شمارہ نمبر ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپریل ۲۰۲۳ء

وقل جآء الحق وزھق الباطل ٗان الباطل کان زھوقا

مجلّہ پشاور

راہ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

(واٹس ایپ رابطہ نمبر:03428970409)

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد | یااللہ مدد | عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ | پشاور

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ

محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیراعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

=÷=

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

بنوری ٹاؤن کا فتویٰ اور مماتی روش

حال ہی میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاون سے ایک فتوی شایع ہوا جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ تھا کہ مماتی اہل سنت سے خارج ہے گمراہ ہے اور اعتقادی بدعتی ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔بس پھر کیا تھا اندرون وبیرون ملک مماتیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔اور علمی رد وتنقید کی بجایے گالیاں اور سب وشتم کا بازار گرم کیا۔چھوٹے موٹے مماتیوں سے تو خیر گلہ نہیں لیکن امیر مرکزیہ بھی گالیوں اور بدزبانی میں کسی سے پیچھے نہیں تھا۔قرآن سامنے اور درس قرآن کے مبارک عنوان میں گالیوں کا بوچھاڑ کر دیا۔فتویٰ کے ساتھ علمی اختلاف آپ کا حق ہے آپ سب ثابت کرتے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہے لیکن یہ حق آپ کو کس نے دیا ہے کہ آپ کی جماعت کا ہر چھوٹا بڑا گالیوں اور تکفیر کا مشین بن جائے اور حدیث پاک "**اذا خاصم فجر**" کا مصداق بنے امیر مرکزیہ جناب طیب طاہری صاحب سے تو اس طرح بدتہذیبی کا گمان نہیں تھا کہ کراچی میں ایک بے نورہ جامعہ ہے اس کے مفتیان نے یہ فتویٰ دیا ہے، ہم تیرے اس فتویٰ پر پیشاب بھی نہیں کرتے۔۔وارے تیری عقل۔۔وہ مشہور ضرب المثل ہے کہ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ!

حالانکہ استفتاء اور جواب استفتاء میں تسمیہ، قرآنی آیت، حدیث یا فقہی وکلامی جزیات ہوتے ہیں۔اس پر پیشاب کا کہہ کر ہتک کرنا میری رائے سے خطرہ کفر ہے اعاذنا اللہ منہ۔۔حیرانگی کی بات یہ بھی ہے کہ مماتیوں کے متعلق یہ فتویٰ صرف بنوری ٹاؤن کا نہیں اندرون ملک وبیرون ملک تمام بڑے بڑے جامعات کا یہی فتوی ہے۔۔حتیٰ کہ ام المدارس دارلعلوم دیوبند کا بھی یہی فتوی ہے تو پھر بنوری ٹاؤن کے فتویٰ پر اتنے سیخ پا ہونے کا کیا مطلب!

مجھے اس وقت رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض کا پیشگوئی کسی کرامت سے کم نہیں لگتا۔حضرت اقدس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

> "ان کو کسی بات سے اتنا غصہ نہیں آتا جتنا اس بات سے آتا ہے (کہ مماتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی) کیونکہ اس سے مسجد سے نکلنا پڑتا ہے اور مسجد میں دونوں مسئلے حل ہوتے تھے۔پیٹ بھی پالا جاتا اور گمراہی بھی پھیلایی جاتی ہے۔اس لیے اس مسئلہ سے مماتی بہت ڈرتے ہیں تو یہ مسئلہ

=÷=

ضرور بیان کرنا چاہیے۔

(خطبات صفدر جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

اس لیے مماتی بنوری ٹاؤن کے فتویٰ پر اتنے سیخ پا ہو رہے ہیں۔

مماتیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف چھوٹا موٹا نہیں ہے بلکہ اصولی و اعتقادی اختلاف ہے۔ مماتی دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم بھی حیات مانتے ہیں ، برزخی حیات کے قائل ہیں ، رفیق اعلیٰ میں حیات کے قائل ہیں وغیرہ وغیرہ ۔۔ حالانکہ یہ خوشنما نعرے صرف ایک ڈھکوسلہ اور دھوکے کے سواء کچھ نہیں۔ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی ایک انکار یا باطل تاویل کرنا کفر ہے اسی طرح ضروریات اہل سنت میں سے کسی ایک کا انکار یا باطل تاویل اہل سنت سے خروج ہیں۔ مسئلہ توسل ، حیات النبیؐ، مسئلہ اعادہ روح اور عذاب قبر وغیرہ یہ ضروریات اہل سنت والجماعت ہیں۔ اس سے صریح انکار تو مماتی نہیں کرتے لیکن باطل تاویل کرتے ہیں۔ حیات النبیؐ جو اجماع امت سے ثابت ہے اور مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ روضہ مبارکہ میں **بتعلق** روح جسمانی حیات ہیں ۔۔ یہ حضرات صرف روح یا روح مع جسم مثالی کا اقرار کرتے ہیں اور جسد عنصری کو حیات سے عاری مانتے ہیں۔ جنت کے ہر نعمت سے محروم مانتے ہیں۔ لہذا اس صحیح صورت سے انکار کر کے باطل تاویل کرتے ہیں اس لیے علماء حقہ اہل سنت مماتیوں کو خارج از اہل سنت مانتے ہیں ۔۔ موجودہ مفتیان کرام کے سواء ما قبل حضرات کا بھی یہی موقف تھا!

شہید اسلام یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ کریں جو بنوری ٹاؤن کے سابق مفتی تھے بلکہ حضرت اقدس رحمہ اللہ فقیہ وقت تھے۔

> " الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ، ان کا اکابر علمائے دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علمایے دیوبند سے تعلق نہیں ہے ، اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا ، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**
>
> (آپ کے مسائل اور ان کا حل 10/341)

فلہٰذا بنوری ٹاؤن کا سابقہ موقف بھی یہی ہے اور موجودہ مفتیان کرام کا بھی یہی موقف ہے۔

=÷

بحرالعلوم المحدث الکامل الفقیه الجلیل المحقق النبیل حضرت العلامه مولاناالسید محمدیوسف بنوری رحمه الله کا بھی یہی موقف ہے کہ مسئلہ حیات النبیؐ اجماعی مسئلہ ہے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ

" حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف ومتفقہ مسئلہ تھا۔ شہداء کی حیات بنص قرآنی ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیاء کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھے اور احادیث نبویہ سے عبارت النص کے ذریعہ ثابت تھی۔ لیکن برا ہو اختلافات اور فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آکر مشتبہ ہوگئی کتنے تاریخی بدیہات کو کج بحثیوں نے نظری بنادیا اور کتنے حقایق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا۔ یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں۔ زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے۔ ملاحدہ وزنادقہ کی زبان کب بند ہو سکی۔"

زرا آگے جاکر لکھتے ہیں کہ

" الغرض حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریبا اسی قسم کے کج بحثوں میں الجھ کر اچھا خاصا فتنہ بن گیا عصمت تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے علماء معصوم تو ہیں نہیں کچھ حضرات نے دانستہ یا نادانستہ حدیثی وکلامی بحثیں پیدا کر دیں اور سمجھا یہ گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سے بدعات کا خاتمہ ہو جائے گا گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیات انبیاء کرام سے انکار کرنے ہی سے یہ مفاسد ختم ہوسکتے ہیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لیے پرنالے کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔

(تسکین الصدور 22/23)

گویا کہ عقیدہ حیات سے انکار الحاد اور کج بحثوں کا روش اور نیے فتنے کا دروازہ کھولنا ہے۔

مماتی اعتقادی بدعتی ہے اور اہل سے خارج ہے اس پر بیس دارلافتاءوں کے فتاوی جات نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی کتاب "عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم" میں موجود ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ سب سے آخر بنوری ٹاؤن کا فتویٰ موجود ہے۔ اور سب سے تفصیلی فتویٰ ہے۔ فتویٰ کے آخر سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔

=÷=

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا ہے لہذا یہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی اپنے عقائد فاسدہ سے گمراہ کرتا ہے۔ بدعتی فاسق ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں جو نمازیں پہلے لاعلمی میں پڑھی جاچکی ہے وہ ہوچکی ہیں۔ آئندہ جان بوجھ کر ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔"

آگے دو تین فقہی عبارتیں بھی موجود ہے مزے سے وہ بھی خالی نہیں اس لیے نذر قارئین کرتے ہیں۔

خلاصۃ الفتاوی میں درج ہے کہ " **ولایجوز الصلوۃ خلف من ینکر الشفاعۃ النبیﷺ وینکر الکرام الکاتبین وعذاب القبر وکذا من ینکر الرویۃ لانه کافر** "

(خلاصۃ الفتاوی 149/1)

فتح القدیر میں ہے کہ " **ولاتجوز الصلوۃ خلف من ینکر الشفاعۃ والرویۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانه کافر لتواد ث هذہ الامور عن الشارعؐ** ۔

(فتح القدیر طبع مصر 247)

(بحوالہ عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم صفحہ 117/118)

فلہٰذا مماتی اعتقادی بدعتی ہیں اہل سنت سے خارج ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

یہ مؤقف حضرت بنوری رحمہ اللہ سے لیکر موجودہ مفتیاں کرام تک کا اتفاقی اوجماعی موقف ہے تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے۔ سوائے **شر ذمہ قلیلہ** مماتیوں، جماعت المسلمین، غیر مقلدین اور عثمانی پارٹی کے ۔۔ کیونکہ یہ فتنے ہیں۔ البتہ نص قرآنی کے موافق **وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ**، کے موافق جب فتوی کے خلاف مماتیوں نے بکواسات شروع کی ۔ تو تمام علماءے دیوبند کے مسلم ترجمان شہزادہ اہل سنت مفتی محمد ندیم محمودی صاحب نے ان کے ذمہ داران کو چیلنج کیا ہے کہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ پر مناظرے کے لیے تیار ہو جائیں ۔ اور اپنے ذمہ داران کے فون نمبرز بھی دیئے مگر ان پر سکوت مرگ طاری ہے اور گویا کہ **صم بکم عمی** ان ہی کے لیے نازل ہوئی ہے۔

=÷

اللہ تعالیٰ اس خطرناک فتنہ سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے اور مساجد کے منتظمین حضرات سے دستہ بستہ درخواست ہے کہ مماتی امام کو جلد از جلد معزول کریں تاکہ سادہ مسلمانوں کے نمازیں خراب نہ ہو اور عند اللہ درجہ قبولیت اختیار کریں۔

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب

"حیات" کا معنی

حضرت علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"زندہ اسے ہی کہتے ہیں جس کے بدن میں حیات ہو، خواہ دخول روح سے، خواہ اتصال روح سے، فقط روح کے زندہ ہونے سے کسی کو زندہ نہیں کہا جاتا، اس لئے کہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے، خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی، روح جہاں بھی ہو گی زندہ ہی ہو گی، پس کسی بھی شخصیت کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا معیار جسم ہے اور یہی زندگی کا محل ہے، جس کے بدن میں حیات ہو وہ زندہ ہے اور جس کی روح یا حیات اس کے بدن سے منقطع ہو وہ زندہ نہیں اور نہ اسے کوئی زندہ سمجھتا ہے"

("مقام حیات"، جلد:1، ص:323)

=÷=

محقق العصر حضرت مولانا عبد الجبار سلفی صاحب مدظلہ

ایک یادگار فتوے کا تذکرہ

آج صبح (۱۶ مارچ ۲۰۲۳ء) اپنے مکتبہ میں موجود پرانے فائلوں کی اتھل پتھل کھدبد اور الٹائی پلٹائی کے دوران ایک پرانے فتویٰ پہ نظریں پڑیں۔ تو اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔

یہ مارچ 1978ء کا ایک خط ہے جو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کو سرگودھا چک شمالی 117 نمبر سے تعلق رکھنے والے یوسف سلیم نامی صاحب نے ارسال کیا تھا۔ پھر مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے اس خط کا جواب اپنے مدرسہ کے دار الافتاء سے تحریر کروا کر واپس مکتوب نگار کو بھیج دیا تھا۔

خط کے متن کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل ہمارے شہر سرگودھا میں مولانا احمد سعید خان صاحب آف چتوڑ گڑھ تقریریں کرنے کے لئے بہ کثرت آتے رہتے ہیں۔ وہ خود کو جمعیت اشاعت التوحید کا مبلغ ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی تقریروں کی وجہ سے مسلک دیوبند میں باہم نفرت اور کشمکش پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں کے لوگ دیوبندی مسلک کی تین بڑی جماعتوں جمعیت علماء اسلام، اشاعت التوحید والسنہ اور تحریک خدام اہل سنت سے وابستہ ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ

1: جو شخص کشف قبور کو جائز سمجھے وہ کافر ہے۔

2: جو شخص نبی کریم ﷺ کو روضہ اطہر میں زندہ باشعور مانے یا یہ کہے کہ روضہ شریف پہ حاضر ہونے والوں کا حضور علیہ السلام خود درود و سلام سنتے ہیں تو وہ بھی کافر ہے۔

3: دور سے درود پڑھنے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی فرشتوں کے ذریعے نہیں پہنچایا جاتا۔

آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید کرتے ہوئے درخواست ہے کہ دیوبندی مسلک کے مطابق فتویٰ دے کر ہماری شرعی رہنمائی فرمائیں۔

اس کے جواب میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے مدرسہ کے صدر مفتی صاحب نے یوں جواب دیا:

1: سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہا اللہ کی کتابوں

=÷=

میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ اس کا انکار صحیح نہیں اور قائل کو کافر کہنا تو بہت بڑی جہالت ہے۔

2: روضہ اطہر پہ حاضری کے وقت پیغمبر علیہ السلام خود سنتے ہیں۔ جمہور امت اس پہ متفق ہیں۔ اور سادات دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ جاہلانہ جسارت ہے۔

3: یہ بھی جہالت ہے علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان محفوظ رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی، 30 مارچ 1978ء بمطابق 1398ھ

ارباب علم و دانش! منکرین حیات النبی ﷺ کے خلاف جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون کراچی سے جاری ہونے والے حالیہ فتویٰ کے خلاف ملک بھر کے اشاعتی حضرات نے جو ہڑ دنگا مچا رکھا ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ پہلے اپنی گالیوں کے توپوں کے رخ حضرت شیخ القرآن اور ان کے مدرسہ کی جانب موڑ کر گولہ باری کرلیں۔ اور جب گولہ وبارود کا ذخیرہ ختم ہو جائے تو پھر ہوائی باتوں سے دوسروں پہ مشق ستم کر کے اپنے دستور کی اشاعت کرتے رہیں۔ والسلام۔ (سکین نیچے ملاحظہ فرمائیں)

الجواب واللہ الموفق للصواب

1: سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں اور حضرت تھانوی [illegible] حضرات علماء دیوبند کی تصریح ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں [illegible] اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بہت بڑی جہالت ہے، 2: روضہ [illegible] حاضری کے وقت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام خود سنتے ہیں جمہور امت اس پر متفق ہے [illegible] سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر [illegible] جاہلانہ جسارت ہے 3: یہ بھی جہالت ہے علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے، ایسے [illegible] کی تقریر سننا سخت گناہ ہے اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان محفوظ رکھیں اور ایسی [illegible] سے پرہیز کریں، ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار
راولپنڈی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

=÷=

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (قسط:۸)

فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع (جلد دوم)

اعتراض:۱۳۸... مُردوں کا وسیلہ بدعت ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”علامہ جزری رحمہ اللہ نے حصن حصین میں آداب دعا میں لکھا ہے وان یتوسل الی اللہ تعالٰی بانبیاء یعنی توسل حاصل کرے اللہ جل شانہ کی طرف اس کے انبیاء کے ساتھ اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ جیسا کہ بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔“

(فضائل درود صفحہ ۴۹)

محمد طارق خان غیر مقلد مذکورہ عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے پہلے تو یہ کہا کہ بخاری میں کسی سے دعا کرانے کی بات ہے وسیلہ کی نہیں، پھر لکھا:

”جب کہ زکریا صاحب کی ساری کوشش اسی موقف کو ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے مردوں سے توسل جائز ہے۔“

(تبلیغی جماعت عقائد افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینے میں صفحہ ۹۳)

پھر اگلے صفحہ پر لکھا:

”سلف میں اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرنا بدعت ہے۔“

(تبلیغی جماعت عقائد افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینے میں صفحہ ۹۴)

الجواب:

طارق صاحب کے اس اعتراض میں دو باتیں ہیں:

۱۔ بخاری میں کسی سے دعا کرانے کی بات ہے، وسیلہ کی نہیں۔

۲۔ اہل السنت والجماعت کے ہاں بالاتفاق وسیلہ بدعت ہے۔

آیئے! دونوں باتوں کی تردید خود غیر مقلد علماء کی زبانی پڑھیے۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے دَور میں قحط پڑتا تھا تو وہ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور یوں کہتے:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ'' (صحیح بخاری:۱/۱۳۷)

یااللہ ہم تیرے پاس اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لایا کرتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اب اپنے پیغمبر کے چچا کا وسیلہ لائے ہیں سو ہم پر پانی برسا۔ راوی کہتے ہیں پھر پانی برستا تھا۔

غیر مقلدین کے امام علامہ وحید الزمان غیر مقلد، بخاری کی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے نیک بندوں کا وسیلہ لینا ثابت ہوا، بنی اسرائیل بھی قحط میں اپنے پیغمبر کے اہل بیت کا توسل کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پانی برساتا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک آنحضرت کا توسل آپ کی وفات کے بعد منع تھا کیونکہ آپ تو اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دعا سکھائی، اس میں یوں ہے یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ۔ اور ان صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ دعا دوسروں کو سکھلائی۔''

(تیسیر الباری:۲/۷۵)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کے کارنامے قیامت تک صفحۂ تاریخ سے مٹ نہیں سکتے، مسلمانوں کے دلوں پر ان کے احسانات کندہ ہیں، حضرت عمرؓ کے طفیل سے بہشت کا ایک کونا ہی حق تعالی مرحمت فرمادے تو ہمارا بیڑا پار ہے۔

(تیسیر الباری:۷/۱۴۳)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی کاغذ پر لکھ کر اپنے ساتھ رکھے (الٰہی بحق حضرت خواجہ محمد صادق از شر طاعون نگاہدار) تو وہ اللہ کے فضل و کرم سے طاعون سے محفوظ رہتا ہے۔''

=÷=

(تیسیر الباری:۷/۴۹۸)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”ہم کو بڑی اُمید ہے کہ اللہ جل جلالہ امام حسن علیہ السلام کے صدقے ہم کو دوزخ اور عذاب قبر سے بچاوے گا۔ مرزا مظہر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ایک بار ایک رافضی نے جناب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بدگوئی کی مجھ کو غصہ آیا خنجر لے کر اس کو مارنے دوڑا وہ گر پڑا عاجزی کرنے لگا امام حسن کی طفیل معاف کرو، مجھ پر رحم کرو **بمجرد** (صرف) امام حسنؑ کا نام مبارک سننے کے ساتھ ہی میرا غصہ جاتا رہا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔“

(تیسیر الباری:۷/۵۹۱)

بخاری: کتاب اللباس، باب ارداف الرجل خلف الرجل کی ایک حدیث کے تحت وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ دعا میں بحق محمدؐ و آل محمدؐ یا بحق اولیاء ک یا بحق انبیاء ک کہنا درست ہے گو حق کا معنی یہاں وجوب کا نہیں ہے۔“

(تیسیر الباری:۷/۶۳۰)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”یا اللہ حضرت پیر و مرشد شیخ عبد القادر جیلانی کے طفیل اس کتاب کو بھی مقبول فرمادے۔“

(لغات الحدیث:۱/۱۴۴، ج)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے وسیلہ بارگاہ پیغمبرؐ صاحب میں دو ہی شخص ہیں ایک جناب امام حسن علیہ السلام اور دوسرے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ جو آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔“

(لغات الحدیث:۱/۱۴۶، خ)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

=÷=

''ہم تیری بارگاہ میں عباس کا وسیلہ لاتے ہیں اُن کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ نے استسقاء میں فرمایا حضرت عباس کا وسیلہ لیا۔''

(لغات الحدیث: ۱/ ۶۲، د)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اگر یوں کہے تو چنداں بے جا نہیں ہوگا یا اللہ شیئاً بحق الشیخ عبد القادر۔''

(لغات الحدیث: ۲/ ۸، س)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

جب حضرت عمرؓ استسقاء کے لیے نکلے اور حضرت عباسؓ کو اپنے برابر کھڑا کر کے یہ دعا کی یا اللہ ہم تیرے پاس تیرے پیغمبر کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں یعنی اُن کے وسیلہ سے پانی برسا، حضرت عمرؓ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ پیغمبر صاحبؐ کا اب وسیلہ نہیں ہو سکتا بلکہ حضرت عباسؓ زندہ تھے اور دعا میں شریک کرانا منظور تھا اس لئے اُن کا توسل کیا۔''

(لغات الحدیث: ۲/ ۱۲، س)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اللھم بمحمد نبیك وبموسیٰ نجیك یا اللہ! حضرت محمدؐ کے طفیل سے جو تیرے پیغمبرؐ ہیں اور حضرت موسیٰ کے وسیلہ سے جن سے تو نے باتیں کیں۔ اس حدیث سے توسل بالاموات کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جنہوں نے اس کو ناجائز کہا ہے، انہوں نے اس حدیث پر توجہ نہیں کی۔''

(لغات الحدیث: ۴/ ۲۷، ن)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ کسی بزرگ کے حق میں وسیلہ سے دعا مانگنا درست ہے اور بہت سی حدیثوں میں حق کا لفظ وارد ہے پس جس فقیہ نے اس لفظ کو مکروہ جانا ہے اِس کو ان حدیثوں کی خبر نہیں ہوئی۔''

(رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ: ۱/ ۳۹۹)

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”یااللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر کر اور اپنے نیک بندوں کی طفیل سے ہم بُروں اور روسیاہوں کی بھی مغفرت کر۔“

(رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ: ۱/۴۰۹)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام استسقاء میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیتے اور حضرت عمرؓ نے آپ کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ آپ کے چچا کا وسیلہ لیا اب بھی جو اہلِ صلاح اور تقوی ہوں ان کا توسل استسقاء میں بہتر ہے۔“

(رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ: ۱/۶۲۸)

وحید الزمان صاحب وسیلہ کے متعلق سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”شیخ عابد سندھی مدنی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز ہونا نکلتا ہے اور یہ عام ہے آپ ﷺ کی حیات میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد اور بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ توسل جائز نہیں ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد توسل کیا آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں تو جیسے توسل پہلے جائز تھا اب بھی جائز ہو گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کلام سے اس کا عدم جواز نہیں نکلتا، بلکہ ان کا مقصود زندوں سے توسل کرنا تھا۔ اور دلیل ہماری وہ روایت ہے جو طبرانی نے نکالی کبیر میں عثمان بن حنیف سے کہ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں ایک اندھا شخص آیا اور اپنی بینائی کا شکوہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو صبر کرتا ہے۔؟ وہ بولا میرا کوئی لے چلنے والا بھی نہیں ہے اور، مجھے بہت تکلیف ہے۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھا تو وضو کے مقام پر جا اور وضو کر پھر دو رکعت پڑھ پھر یہی دعا (اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربك فتقضی حاجتی)

=÷=

آپ نے اس کو سکھائی۔ ابن حنیف نے کہا قسم ہے خدا کی پھر ہم جدا نہیں ہوئے تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں وہی نابینا شخص ہمارے پاس آیا گویا اس کی بینائی میں کچھ خلل بھی نہ تھا۔ اور امام بیہقی نے اس حدیث کو کئی طریقوں سے نکالا ہے اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں ،اور اس کی اسناد میں روح بن صلاح ہے ثقہ کہا اس کو ابن حبان اور حاکم نے اور اس میں کچھ ضعف ہے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔"

(رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ: ۱/ ۶۸۴)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء اور صلحاء کا واسطہ اور وسیلہ البتہ کر سکتے ہیں جیسے کوئی یوں کہے: یا اللہ! بحق حضرت محمدؐ کے یا وسیلہ حضرت محمدؐ مجھ کو شفاء عطا فرما۔ یہ ہمارے نزدیک درست ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس میں کلام ہو۔"

(رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ: ۱/ ۶۸۵)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانا ایک اختلافی مسئلہ ہے ، بعض اس کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ، بعض زندوں سے وسیلہ کو جائز اور مُردوں سے ناجائز سمجھتے ہیں ، بعض کا قول مطلقاً جواز کا ہے اور بعض صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواز کے قائل ہیں ، یہ آخری قول ابن عبد السلام کا ہے اور مروزی نے "**المنسک**" میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے ، علامہ ابن قیم نے دوسرا قول اختیار کیا ہے یعنی (زندوں سے جواز اور مردوں سے عدم جواز کا) اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) سے دو روایتیں ہیں... اور علامہ سبکی ، شوکانی اور ہمارے سید (نواب صدیق حسن خان) نے تیسرا قول (یعنی مطلقاً جواز) اختیار کیا ہے اور یہی قول مختار ہے اس لئے کہ جب غیر اللہ سے توسل کا جواز ثابت ہو گیا تو پھر وہ کون سی دلیل ہے جس سے اس کو صرف زندوں کے ساتھ مختص کر دیا جائے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو نبی کریم

=÷=

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے توسل سے ممانعت پر دلالت کرتی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعا میں لوگوں کے ساتھ ان کو شریک کیا تھا جب کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں۔ ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ پر بہت سی چیزوں کا دعوی کیا لیکن ان میں سوائے اس کے کچھ ثابت نہ کر سکے کہ شیخ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت بمعنی عبادت جائز نہیں ہے، ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اپنے پاس آنے والے ایک آدمی کو دعا سکھائی جس میں ہے اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد نبی الرحمة... (یعنی اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے) یہ حدیث امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ پتہ نہیں یہ بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اللہ کی قربت کے حصول کے لئے اگر اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا قرآن اور سنت کی نصوص سے ثابت ہے تو اس پر صالحین کے توسل کو قیاس کیوں نہیں کر لیا جاتا۔ علامہ جزری ”آداب دعاء“ کے ذکر میں فرماتے ہیں: ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ انبیاء اور صالحین کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ بنایا جائے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ یا محمد انی اتوجه بك الی ربی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ نواب صدیق حسن خان نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور حدیث دعا میں آیا ہے اللهم بمحمد نبيك وبموسىٰ نجيك (اے اللہ! آپ کے نبی محمد اور آپ سے سرگوشی اور کلام کرنے والے موسیٰ کے وسیلہ) ابن الاثیر نے النہایۃ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے دعاء آدم کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے یا رب اسئلك بحق محمد (اے میرے رب! محمد کے حق کے طفیل میں آپ سے سوال کرتا ہوں) یہی حدیث ابن المنذر نے نقل کی ہے اس میں ہے اللهم انی اسئلك بجاه محمد عندك وكرامته عليك (اے اللہ! تیرے نزدیک محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کا جو مقام و مرتبہ ہے عزت و اکرام ہے اس کے وسیلہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ۔)علامہ سبکی نے فرمایا کہ توسل ،استغاثہ اور تشفع (شفاعت وسفارش) اچھا ہے ،قسطلانی نے مزید کہا: تضرع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ کی طرف توجہ اور تجوہ (بجاہ النبی کہنا) بہتر ہے، سلف اور خلف میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آئے اور انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ ہمارے اصحاب میں علامہ شوکانی نے فرمایا کہ توسل کے جواز کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جیساکہ شیخ عزالدین بن عبد السلام کا خیال ہے اہل علم اور اہل فضل کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانا در حقیقت ان کے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا ہے ۔ایک اور جگہ فرماتے ہیں: کسی بنی ،یا کسی ولی کو سیلہ بنانے اسی طرح کسی عالم کو وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ،کوئی شخص قبر کی زیارت کے لئے آکر صرف اللہ سے دعا کرے اور مردے کو وسیلہ بنائے اور کہے کہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس مرض سے شفا مل جائے اور میں اس نیک بندے کو آپ کی طرف وسیلہ پکڑتا ہوں۔ تو اس کے جواز میں کوئی تردد نہیں ہے ۔ہمارے مشائخ کے شیخ مولانا اسحاق صاحب نے ''**مائۃ مسائل**'' میں فرمایا کہ اللہ تعالی سے یوں دعا کرنا جائز ہے کہ آدمی کہے :اے اللہ !آپ اپنے واسطہ سے میری حاجت پوری فرما یا فلاں کی حرمت کے طفیل میری یہ ضرورت پوری فرما ؛دعا استفتاح میں بحرمة الشهر الحرام والمشعر العظام وقبر نبيك عليه السلام کے الفاظ مروی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں فرمایا کہ آدمی اس طرح کہے تو جائز ہے اللهم اني اسئلك بوسيلة فلان من الاولياء اے اللہ! میں فلاں ولی کے وسیلہ سے آپ کا سوال کرتا ہوں...''

(ہدیۃ المہدی:۱/۴۷تا۴۹)

وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''التوسل الى الله تعالى بانبياء ه والصالحين من عباده جائز يستوى فيه الاحياء والاموات. اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس کے بندے انبیاء اور صالحین کا وسیلہ دیا جائے تو

جائز ہے مُردوں اور زندوں دونوں کا وسیلہ دینا جائز ہے۔

(نزل الابرار من فقہ النبی المختار: ۱/۵)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے علامہ وحید الزمان کو" امام اہلِ حدیث" کہا ہے۔

(سلفی تحقیقی جائزہ: ۹۴۵، مؤلفہ رئیس محمد ندوی)

غیر مقلدین نے اُن کے اہلِ حدیث ہونے پر گواہیاں دی ہیں جنہیں بندہ کی کتاب " زبیر علی زئی کا تعاقب" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حافظ محمد لکھوی غیر مقلد کے نزدیک اصحاب کہف کے ناموں کا تعویذ اور بحق مریم وعیسی ابنا صالحا طویل العمر بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم" سے وسیلہ جائز ہے۔

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۲/ ۱۵۷، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

غیر مقلدین کے امام العصر مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی وسیلہ کے قائل ہیں۔

(دیباچہ تفسیر سورہ کہف صفحہ ۶ بحوالہ فتاوی ستاریہ: ۳/۱۴۱)

فائدہ:۱

مولانا ابو المکارم محمد علی مؤی لکھتے ہیں:

" یارسول اللہ کہہ کر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا مقصود ہے تو جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ یارسول اللہ! میں فلاں مشکل سے چھٹکارا حاصل کرنے میں آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تو بھی جائز ہے ... کیوں کہ یا محمد انی قد توجهت بك الی ربی... والی حدیث سے مشکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔" (الجوابات الفاخرۃ صفحہ ۶۵)

قاضی محمد بشیر سہسوانی غیر مقلد توسل کی قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم یوں لکھتے ہیں:

" تیسری قسم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جائے، آپ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے۔"

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان صفحہ ۶۵)

اس فائدہ کے تحت مذکور دونوں حوالے بندہ نے حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری رحمہ اللہ کی کتاب " کچھ

=÷=

دیر غیر مقلدین کے ساتھ صفحہ ۲۲۰، ۲۲۴" سے نقل کئے ہیں۔

فائدہ:۲

۱۔ غیر مقلدین کے مسلّم پیشوا قاضی شوکانی نے وسیلہ کے جواز پر باقاعدہ کتاب "**الدر النضید**" تحریر کی۔

۲۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی۔

(معیار الحق صفحہ ۴۱۹)

۳۔ غیر مقلدین کے "خاتم المحدثین" نواب صدیق حسن نے رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی کہ اللہ ہمیں ابن عربی کے گروہ میں اُٹھائے۔

(**التاج المکلل** صفحہ ۱۸۰)

ان کتابوں کے اقتباس بندہ نے فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع جلد اول اعتراض:۱۳ کے جواب میں نقل کر دیئے ہیں۔

فائدہ:۳

وسیلہ کے جواز پہ حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو دعا سکھائی کہ یوں دعا کرو:

اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی۔"

(ترمذی:۲/۱۹۷)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی الرحمۃ ہیں کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں۔"

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو جعفر ہے اس کی تعیین کسی نے الرازی سے اور بعض نے المدائنی سے کی جب کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق صحیح یہ ہے کہ یہ راوی ابو جعفر **الخطمی** ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ ۴۳۱)

غیر مقلدین کے فتاویٰ میں بھی اس راوی کا تعین "**الخطمی**" سے کیا گیا ملاحظہ فرمائیں:

"امام ابن تیمیہؒ نے بھی یہ حدیث اپنی کتاب "**الوسیلة**" میں ذِکر کی ہے لیکن اس پر

=÷=

کوئی جرح نہیں کی، بلکہ اس کے مختلف جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک اس حدیث کی اسناد پر کوئی شبہ نہیں۔ شیخ البانی نے فرمایا: میں نے اس حدیث کی خود تحقیق کی ہے۔ اگرچہ سہسوانی کا قول صحیح ہے لیکن یہ نہ ابو جعفر رازی ہے، اور نہ ہی یہ ابو جعفر مؤذن ہے۔ یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور انہوں نے نام عمیر بن عبد العزیز لکھا ہے۔ تو یہ راوی ابو جعفر عمیر بن عبد العزیز خطمی ہے جو مسلم کا راوی ہے۔"

(فتاوی اہلِ حدیث: ۱/ ۶۸۵، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب

جرح کس کا معتبر ہو گا؟

بحر العلوم مولانا عبد العلی بن ملا نظام الدین للکنوی المتوفی ۱۲۲۵ھ مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں لکھتے ہیں کہ

"لابد للمزکی ان یکون عدلا عارفا باسباب الجرح والتعدیل، وان یکون منصفا ناصحا لا ان یکون متعصبا و معجبا بنفسه، فانه لا اعتداد بقول المتعصب"

(فواتح الرحموت جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

یعنی جارح کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو اور جرح وتعدیل کے اسباب کا عارف ہو اور انصاف کرنے والا اور نصیحت کرنے والا ہو، اور اگر متعصب ہو اور اعجاب نفس کا شکار ہو تو پھر اس کے قول یعنی جرح کا اعتبار نہیں۔

=÷=

مولانا عصمت اللہ نظامانی صاحب حفظہ اللہ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

تدوینِ اصولِ حدیث میں اہل سنت کی مخالفین پر فوقیت

اسلامی فرقوں اور اسلام کی طرف منسوب جماعتوں کے عقائد و نظریات، تعلیمات وخدمات وغیرہ پر بنظر انصاف غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح معلوم ہوگی کہ اہل سنت کو دیگر فرقوں پر ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔ دیگر وجوہ اور اعتبارات کے علاوہ ایک وجہ علمی فوقیت بھی ہے کہ ہر علمی میدان میں اہل سنت دیگر فرقوں کی بنسبت آگے نظر آئیں گے، خواہ وہ علومِ قرآن ہوں، علوم حدیث ہوں، یا ان سے متعلق دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ ہوں۔ ان علوم میں سے علم حدیث کی ایک شاخ درایۃ الحدیث ہے، جسے علم اصول حدیث بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علم درایۃ الحدیث کی تدوین کے سلسلے میں اہلِ سنت کو ایسا بلند مقام عطا کیا ہے کہ مخالفین بھی اس کا برملا اقرار و اعتراف کرتے ہیں، اور اہل سنت کی اس علم میں تالیف کردہ کتب سے استفادہ کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں، اور ان کے ائمہ محدثین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنا اپنے لیے باعث برکت وسعادت سمجھتے ہیں۔

درجِ ذیل اہل سنت کی علم اصول الحدیث میں اہل تشیع پر فوقیت ذکر کی جارہی ہے، اور خود اہل تشیع کی کتب سے یہ بات ثابت کی جارہی ہے کہ اس علم میں اہلِ سنت کو سبقت و فوقیت حاصل ہے، اور اس میں وہ خود اہل سنت کے مقلد اور ان سے استفادہ کرنے والے ہیں۔

احادیث کی حکم کے اعتبار سے تقسیم:

احادیث کی حکم کے اعتبار سے تقسیم اہل سنت کے ہاں تیسری صدی ہجری میں ہی ہوگئی تھی، چنانچہ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں صحیح، حسن اور ضعیف کی اصطلاح بکثرت استعمال کی ہے، بلکہ علامہ ابن حجر کے نزدیک حدیث کی صحیح، حسن اور ضعیف کی طرف تقسیم کرنے والے پہلے شخص امام بخاری کے استاد علی بن مدینی ہیں۔ [۱]

لیکن **اہل تشیع** کے ہاں یہ تقسیم بہت بعد میں ہوئی ہے، چنانچہ ساتویں صدی ہجری کے شیعہ عالم جمال الدین ابن طاؤوس ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حدیث کی حکم کی اعتبار سے تقسیم کی ہے، جیساکہ محسن امین نے لکھاہے:

ومن علماء الشيعة فيه السيد جمال الدين أحمد ۔۔۔ ابن طاووس الحسنى (ت: ۶۷۳ھ)۔۔۔ وهو واضع الاصطلاح الجديد في تقسيم الحديث عند الإمامية إلى أقسامه الأربعة: الصحيح، والحسن، والموثق، والضعيف. [۲]

=÷=

ترجمہ: علمائے شیعہ میں سے سید جمال الدین احمد ابن طاؤوس (ت:۶۷۳ھ) ہے۔۔ اور وہ امامیہ کے نزدیک حدیث کی چار قسموں کی طرف تقسیم کے سلسلے میں جدید اصطلاح کا واضع ہے، یعنی صحیح، حسن، موثق اور ضعیف۔

اور ایک دوسرے شیعہ عالم نے لکھا ہے:

ویذکر تاریخیا أن السید أحمد بن موسی بن طاووس الحلی (ت:٦٧٣ھ) المعاصر للمحقق الحلی وصاحب کتاب (حل الإشکال فی معرفة الرجال) أول من نوع التنویع الرباعی المعروف للأخبار: الصحیح والحسن والموثق والضعیف. (۳)

ترجمہ: یہ بات تاریخی طور پر ذکر کی جاتی ہے کہ "حل الاشکال" نامی کتاب کا مؤلف محقق حلیؒ کا ہم عصر سید احمد بن موسی بن طاؤوس (ت:٦٧٣ھ) پہلا فرد ہے جس نے روایات کی چار قسموں میں تقسیم کی، یعنی صحیح، حسن، موثق اور ضعیف۔

اور یہی بات شیخ یوسف بحرانی نے بھی "الحدائق الناضرة" میں ذکر کی ہے کہ حدیث کی حکم کے اعتبار سے تقسیم کرنے والا پہلا شخص جمال الدین ابن طاؤوس تھا۔ (۴) اور وہ ساتویں صدی ہجری کا فرد تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ سنت کو حدیث کی بنیادی تقسیم یعنی صحیح، حسن، اور ضعیف وغیرہ کے بیان میں اہلِ تشیع پر تین صدیوں سے زیادہ عرصے کی سبقت و فوقیت حاصل ہے۔

نیز اگر مجموعی اعتبار سے اصولِ حدیث کی تدوین اور اس میں تصنیف و تالیف کا ذکر کیا جائے تو اس میں اہلِ سنت کی سبقت و فوقیت اور زیادہ واضح ہو گی، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

اہل تشیع کے اصولِ حدیث کی تدوین کا آغاز اور اہلِ سنت کی اس میں فوقیت:

اہل تشیع نے اصولِ حدیث کی تدوین اور اس میں تصنیف و تالیف اہلِ سنت سے متعدد صدیوں بعد شروع کی تھی، بلکہ ان کے اصول حدیث کی تدوین کا آغاز ہی دسویں صدی ہجری سے ہوتا ہے، چنانچہ ان میں سے سب سے پہلے اس علم میں تصنیف کرنے والا فرد شیخ زین الدین المعروف شہید ثانی ہے، جو کہ دسویں صدی ہجری کا ہے، جیساکہ اہل تشیع کے ایک معروف عالم محمد حسین حائری لکھتے ہیں:

و من المعلومات التی لایشك فیها أحد، أنه لم یصنف فی درایة الحدیث من

=÷=

علمائنا قبل الشهيد الثانى.(۵)

ترجمہ: جن باتوں میں کوئی ایک فرد بھی شک نہیں کرے گا، ان میں ایک یہ ہے کہ درایۃ الحدیث کے باب میں ہمارے علماء میں سے شہید ثانی سے پہلے کسی نے تصنیف نہیں کی۔

اور ان کے ایک دوسرے مؤلف ڈاکٹر عبد الہادی فضلی لکھتے ہیں:

إن أقدم مؤلف إمامی وصل إلينا فی هذا العلم هو كتاب الدراية للشهيد الثانى المتوفى سنة ۹۶۶ھ.(۶)

ترجمہ: امامیہ کی اس علم میں لکھی گئی سب سے پہلی کتاب جو ہم تک پہنچی ہے، وہ شہید ثانی (متوفیٰ 966ھ) کی کتاب الدرایہ ہے۔

اس کے بر خلاف اہلِ سنت کے اصولِ حدیث میں مشہور قول کے مطابق پہلی کتاب علامہ رامہرمزی کی "المحدث الفاصل" ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

فمن أول من صنف فی ذلك القاضی أبو محمد الرامهرمزى كتابه المحدث الفاصل.(۷)

ترجمہ: اس فن میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والوں میں ایک قاضی ابو محمد رامہرمزی ہیں جنہوں اپنی کتاب "المحدث الفاصل" تصنیف کی۔

اگرچہ قاضی رامہرمزی (ت: ۳۶۰ھ) سے قبل امام ترمذی نے علل اور امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ وغیرہ میں علوم حدیث سے متعلق مباحث ذکر کیے ہیں، تاہم اگر ان سے صرف نظر کرتے ہوئے قاضی رامہرمزی کو اصولِ حدیث میں سب سے پہلے کتاب لکھنے والا قرار دیا جائے تو بھی اہلِ سنت کے اصولِ حدیث کی تدوین اہلِ تشیع کے اصول حدیث کی تدوین سے کم و بیش پانچ صدیاں قبل ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں شیعہ عالم ابو الفضل بابلی نے لکھاہے:

يمتاز علم الدراية لدى السنة بالقدم والوضوح عما عليه عند الشيعة، وكان متداولا بين علمائهم منذ عهد مديد، وقد ألفوا فی هذا المضمار كتبا عديدة جدا.(۸)

ترجمہ: علم درایۃ (اصول الحدیث) اہلِ سنت کے ہاں قدیم اور واضح ہونے میں اہلِ تشیع کے

=÷

بنسبت ممتاز ہے، اور یہ علم ان (اہلِ سنت) کے علماء کے درمیان ایک بڑے عرصے سے متداول تھا، اور انہوں اس میدان میں بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں۔

ایک اور شیعہ مؤلف نے لکھا ہے:

الظاهر أن بداية تأسيس هذا العلم كان بين علماء ومحدثي أهل السنة، وذالك لعدم استفادتهم من علوم أهل البيت، وقد تناول الترمذي (ت:٢٧٩هـ) مباحث هذا العلم لأول مرة بصورة منظمة في كتابه. (٩)

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ اس علم کی تدوین کی ابتداء اہلِ سنت کے علماء و محدثین کے درمیان تھی، اور یہ ان کے اہل بیت کے علوم سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے، امام ترمذی نے پہلی مرتبہ منظم صورت میں اس علم کے مباحث اپنی کتاب میں لیے۔

مؤلف کا اہلِ سنت پر اہلِ بیت کے علوم سے استفادہ نہ کرنے کا الزام اگرچہ حقیقت کے برخلاف اور تاریخ سے ناواقفیت یا تجاہلِ عارفانہ پر مبنی ہے؛ کیونکہ بلاشبہ اہلِ سنت نے اہلِ بیت کے علوم سے استفادہ کیا ہے، البتہ ان کی طرف منسوب غیر حقیقی باتیں لینے سے گریز کیا ہے۔ تاہم یہ بات بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے کہ اہلِ تشیع بھی اس علم کی تدوین میں اہل سنت کی سبقت کا اقرار کرتے ہیں۔

اصولِ حدیث میں اہلِ سنت سے استفادہ:

اہل تشیع نے دیگر علوم کی طرح اصولِ حدیث جیسے عظیم علم میں بھی اہلِ سنت کی تقلید کی ہے، اور اپنی کتبِ اصول میں اہلِ سنت کے بیان کردہ اصطلاحات کا اندراج کیا ہے، چنانچہ ایک شیعہ عالم شیخ محمد بن حسن المعروف الحر العاملی (ت:۱۱۰۴ھ) اپنے پیش رو شہید ثانی کے حالات میں لکھتے ہیں:

وهو أول من صنف من الإمامية في دراية الحديث، لكنه نقل الاصطلاحات من كتب العامة، كما ذكره ولده وغيره. (١٠)

ترجمہ: امامیہ میں سے وہ پہلا فرد ہے جس نے درایۃ الحدیث میں تصنیف لکھی، لیکن اصطلاحات اہل سنت کی کتب سے نقل کیے، جیسا کہ ان کے بیٹے وغیرہ نے یہ بات ذکر کی ہے۔

اگرچہ اہلِ تشیع کے ائمہ نے انہیں اہلِ سنت سے استفادہ کرنے سے منع کیا ہے، لیکن اصولِ حدیث کی تدوین کے سلسلے میں اہلِ سنت کی کتب سے استفادہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا، اس لیے انہیں اپنے ائمہ کی مخالفت

=÷

کرنی پڑی۔ چنانچہ شیعہ مؤلف "الحر العاملی" نے لکھا ہے:

طريقة المتقدمين مباينة لطريقة العامة، والاصطلاح الجديد موافق لاعتقاد العامة واصطلاحهم، بل مأخوذ من كتبهم كما هو ظاهر بالتتبع، وكما يفهم من كلام الشيخ حسن وغيره. وقد أمرنا الأئمة عليهم السلام باجتناب طريقة العامة. [۱۱]

ترجمہ: متقدین کا طریقہ "عامہ" یعنی اہلِ سنت کے طریقے سے مختلف ہے، اور جدید اصطلاح (حدیث کی صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ کی طرف تقسیم) اہلِ سنت کے اعتقاد اور ان کی اصطلاح کے موافق ہے، بلکہ انہیں کی کتابوں سے مأخوذ ہے، جیساکہ تتبع سے یہ بات واضح ہے، اور شیخ حسن وغیرہ کے کلام سے بھی یہ بات مفہوم ہوتی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ہمیں اہلِ سنت کے طریقے سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا عبارت میں "عامہ" سے مراد اہلِ سنت ہیں؛ کیونکہ اہل تشیع عموماً اہلِ سنت کو "عامہ" کہتے ہیں۔ "اہلِ سنت" کہنے سے گریز کرتے ہیں؛ اس لیے کہ ان کے زعم کے مطابق حقیقی سنت پر عمل کرنے والے وہ ہیں۔ جیساکہ محسن الامین کہتے ہیں:

الخاصة: وهذا يطلقه أصحابنا على أنفسهم مقابل العامة الذين يسمون بأهل السنة؛ لأن أصحابنا يرون أنفسهم أحق من أخذ بالسنة. [۱۲]

ترجمہ: "خاصہ" یہ لفظ ہمارے اصحاب اپنے آپ پر بولتے ہیں، "عامہ" کے بالمقابل، جو کہ اہل سنت کہلاتے ہیں؛ کیونکہ ہمارے اصحاب اپنے آپ کو سنت پر عمل کرنے والوں میں زیادہ حق دار جانتے ہیں۔

بہر حال اہلِ تشیع کے بقول ائمہ کرام نے انہیں اہلِ سنت کے طریقہ کار سے اجتناب کا حکم دیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ خود کو ائمہ کے اس "امر" کی مخالفت اور اہلِ سنت کی کتب سے استفادہ پر مجبور پاتے ہیں۔ لہٰذا اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ اہلِ سنت کو اصولِ حدیث کی تدوین کے سلسلے میں اہلِ تشیع پر کتنی زیادہ فوقیت حاصل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ سنت کو عقائد و نظریات میں اعتدال کے ساتھ دینی علوم کی نشر

=÷

واشاعت کے سلسلے میں بھی فوقیت دی ہے، ان میں ایک علم اصولِ حدیث ہے۔ اہلِ سنت کی تدوینِ اصولِ حدیث میں فوقیت کا اہلِ تشیع نے بھی اقرار کیا ہے، اور انہوں نے اہلِ سنت کی اس علم میں تصانیف و تالیفات سے استفادہ کرکے اپنے اصول وضع کیے ہیں۔ لہٰذا اگر انہیں اصولِ حدیث کی تدوین میں اہلِ سنت کا مقلد کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)---النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر، (۴۲۶/۱)، الناشر: عمادة البحث العلمی بالجامعة الإسلامیة-المدینة المنورة، ط:۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م

(۲)---أعیان الشیعة، محسن الأمین، (۱۴۹/۱)، الناشر: دار التعارف للمطبوعات- بیروت، ط:۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳م

(۳)---أصول الحدیث للفضلی، (ص:۴۵)، الناشر: مرکز الغدیر-بیروت، ط:۱۴۳۲ھ-۲۰۱۱م

(۴)--- انظر! الحدائق الناضرة فی أحکام العترة الطاهرة للبحرانی، (۵۳/۱)، الناشر: دار الأضواء-بیروت، ط:الثالثة، ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳م

(۵)---مقتبس الأثر و مجدد مادثر للحائری، (۷۳/۳)، الناشر: مطبعة الحکمة-قم، ط:1375ھ

(۶)---أصول الحدیث للفضلی، (ص:۲۵)

(۷)---نزهة النظر شرح نخبة الفکر لابن حجر، (ص:۱۴)، الناشر: اسلامی کتب خانہ، لاهور

(۸)---رسائل فی درایة الحدیث لأبی الفضل البابلی، (۱۳/۱)، الناشر: دار الحدیث للطباعة والنشر، إیران

(۹)---دروس فی علم الدرایة للسید رضا مؤدب، (ص:۱۷)، تعریب: قاسم البیضانی، الناشر: مرکز مصطفی العالمی للترجمة والنشر، إیران

(۱۰)---أمل الآمل للحر للعاملی، (۸۶/۱)، الناشر: مکتبة الأندلس- بغداد، ط:۱۳۸۵ھ - ومعجم رجال الحدیث، (۳۸۵/۸)

(۱۱)---وسائل الشیعة للحر العاملی، (۲۵۹/۳۰)، الناشر: مؤسسة آل البیت لإحیاء التراث- إیران، ط:۱۴۱۴ھ

(۱۲)---أعیان الشیعة، محسن الأمین، (۲۲/۱)

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

رب نواز بھٹی (قسط:۳)

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

عنایت اللہ اثری غیر مقلد کا مشغلہ مخالفتِ قرآن

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے اپنی مختلف کتابوں میں جگہ جگہ قرآن کی مخالفت کا ارتکاب کیا۔ اور یہ صرف میرا دعویٰ نہیں بلکہ متعدد غیر مقلدین نے بھی یہی اعتراف کیا۔ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے ''عقل پرستی اور انکار معجزات'' میں متعدد مقامات میں تسلیم کیا کہ اثری صاحب قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ ''عقل پرستی اور انکار معجزات''کتاب سے اقتباس پیش کرنے سے پہلے کیلانی صاحب کی زبانی اثری صاحب کا اہلِ حدیث ہونا ملاحظہ فرمالیں۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''مؤلف مذکور شہر گجرات میں ایک جامع مسجد اہلِ حدیث کے خطیب ہیں۔ درس بھی باقاعدہ دیتے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم ہو تو اسے حدیث بھی پڑھا دیتے ہیں۔ مجردانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ بیوی بچہ کچھ نہیں، منکسر المزاج حاضر جواب اور ظریف الطبع ہیں۔ آپ کا پسندیدہ شغل تصنیف و تالیف ہے۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۹، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

کیلانی صاحب ''مصنف کا مسلک'' عنوان قائم کرکے آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''گو آپ کے نام کے ساتھ اثری کا لاحقہ بھی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ آپ مسلکاً اہلِ حدیث ہیں تاہم آپ نے اپنی تصنیف میں بعض مقامات پر اس حقیقت کا کھل کر اعتراف بھی کیا ہے مثلاً اسی کتاب بیان المختار کے صفحہ ۱۱۹ پر فرماتے ہیں: یہ مطلب میں نے ذی علموں کی ضیافت طبع کے لیے بیان تو کر دیا مگر میرے نزدیک صحیح نہیں کیوں کہ یہ صحیح حدیثوں کے صریحا خلاف ہے اور میں بفضلہ تعالیٰ اہلِ حدیث ہوں جن کے یہاں (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) حدیث اسی طرح رسول سے تعبیر ہے جس طرح قرآن اللہ پاک سے تعبیر ہے۔'' اس اقتباس میں

جہاں آپ نے کھلے طور پر اپنے اہلِ حدیث ہونے کا اعتراف کیا ہے وہاں یہ بھی درج فرما دیا ہے کہ آپ محض ضیافتِ طبع کے لیے صحیح احادیث کے خلاف مطالب بیان فرماسکتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۷، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

کیلانی صاحب نے اثری صاحب کی کتاب "عیون زمزم صفحہ ۱۸۰" سے اُن کا اعتراف نقل کیا:

"میں بفضلہ تعالیٰ اہلِ حدیث ہوں۔ حدیث نبوی کو شرعی حجت مانتا ہوں اور محدثین **عظام** اور ائمہ کرام کا احترام کرتا ہوں اور اُن کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں مگر ان کی بات حجت نہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف قابلِ قبول نہیں۔ خلاف خواہ انفرادی ہے یا کہ جمہوری ہے۔ دونوں صورتوں میں مقبول نہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۴۰، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

کیلانی صاحب لکھتے ہیں:

"آپ چوں کہ اہلِ حدیث ہیں لہذا اس حدیث کا جواب دینا بھی ضروری سمجھا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۸۱، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

عنایت اللہ اثری کا مسلک ملاحظہ فرمالینے کے بعد اب اُن کا مخالف قرآن ہونا پڑھئے۔

قرآن وحدیث کا مذاق اڑایا

"عقل پرستی اور انکار معجزات" کے مقدمہ نگار محمد مدنی غیر مقلد (ناظم جامعہ علوم الاثریۃ جہلم) لکھتے ہیں:

"اب اگر ہم حافظ عنایت اللہ گجراتی کے ان خیالات کا جائزہ لیتے ہیں جو اُنہوں نے اپنی مختلف کتب میں ظاہر کئے ہیں تو بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان خیالات کا وجود نہ تو قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ صحابہ کرامؓ کے اقوال میں، نہ فقہاء کی فقہ میں اور نہ محدثین ہی کی آراء میں بلکہ پوری تاریخِ اسلام اس قسم کے آراء اور قیاس سے خالی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض ان کے یا چند جدّت پسند لوگوں کے اپنے خود ساختہ خیالات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان خیالات سے قرآن کی توہین ہوئی ہے اور قرآن وحدیث کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ قرآن پاک کی تحریف کو تفسیر کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کے انکار کو انبیاء کی

عصمت قرار دیا ہے بلکہ نیک اور صلحاء لوگوں پر تہمت لگا کر اُسے ان کی پاکیزگی قرار دیا ہے۔ ام المؤمنین حضرت مریم صدیقہ طاہرہ جن کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں میری بیوی ہوگی۔ نام نہاد یوسف نجار نامی شخص سے نکاح کا تصور دے کر قرآن وحدیث، اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی ہے۔"

(تقدیم: عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۷، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن وحدیث سے ثابت واقعہ کو "بہت بڑا اتہام" قرار دینا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ بن مریم کی بن باپ پیدائش کا واقعہ ایسا ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ثابت ہے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو تین مقامات پر آیۃ اور آیۃ للناس فرما کر واضح کر دیا کہ یہ خرق عادت واقعہ اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے جو فوقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کے تحت کرتے رہتے ہیں مگر آپ [عنایت اللہ اثری غیر مقلد (ناقل)] اسی واقعہ کو حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ پر بہت بڑا اتہام سمجھتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن وحدیث پر ہاتھ صاف

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ جس طرح منکرین حدیث احادیث کی رُکاوٹ کو دُور کر کے قرآن کی من مانی تاویلات کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں لغت پر انحصار کر کے دُور اَز کار مجازی اور کنائی معنیٰ تلاش کر کے قرآن کو بازیچہ اطفال بنا دیتے ہیں اور فی الحقیقت وہ منکر حدیث ہی نہیں بلکہ منکر قرآن بھی بن جاتے ہیں، بالکل یہی حربے جناب حافظ اثری صاحب بھی استعمال کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ منکرین حدیث تو صرف قرآن پر ہاتھ صاف کرتے ہیں جب کہ اثری صاحب کو اثری کہلانے کی بناء پر دوہری محنت کرنی پڑ گئی ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث پر بھی ہاتھ صاف کرتے جاتے ہیں لیکن آپ کی اثریت کچھ ایسی مضبوط قسم کی ہے کہ

اس میں پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ بات ہم صرف زبانی ہی نہیں کہتے بلکہ ہمارے اس دعویٰ کے کئی جیتے جاگتے ثبوت آپ کو اس کتاب میں مل جائیں گے ۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۹، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

زیغ قلب کا شکار، جس سے بچنے کی قرآن میں تعلیم ہے

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

" اسلام لانے کے بعد بھی چوں کہ اندازِ فکر میں تبدیلی یا دل میں ٹیڑھ پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو بالخصوص یہ دُعا سکھائی گئی کہ: ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا، اے ہمارے پروردگار! جب تونے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دینا۔ ہمارے خیال میں جناب اثری صاحب بھی اسی زیغ قلب، ہٹ دھرمی اور انداز فکر میں تبدیلی کا شکار ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ آپ کے انداز فکر میں یہ تبدیلی بتدریج واقع ہوئی۔ بالآخر وہ اس ہٹ دھرمی میں اتنے متشدد ہو گئے اور قرآنی آیات کی ایسی عجیب وغریب تاویلیں پیش کیں کہ منکرین حدیث کو بھی مات کر دیا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۳۳، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن کی بجائے بائیبل اور یہود سے دلیل لینا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عیسیٰ کی پیدائش کا ذِکر تو قرآن میں چل ہی رہا ہے لیکن حضرت مریم کے نکاح کا سراغ تک نہیں ملتا۔ اثری صاحب کے اس ذہن کا ماخذ بائیبل یا یہود تو ہو سکتے ہیں قرآن وحدیث یا اسلامی روایات ہر گز نہیں جیسے کہ آپ نے خود بھی اعتراف فرمایا ہے کہ "یہود اب بھی دنیا میں موجود ہیں اور ان کی کتابیں بھی موجود ہیں اُن سے دریافت کر لیا جائے کہ انہوں نے کیا اعتراض کیا تھا؟ آیا یہ اعتراض کیا تھا کہ اس نے شادی نہیں کی اور بچہ پیدا کر لیا ہے جو کہ ناجائز ہے یا یہ اعتراض تھا کہ اس نے موجودہ شریعت کے خلاف شادی کی ہے جس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔(ع

=÷=

ص ۱۷) ہم اس مقام پر اس بات سے صرف نظر کرتے ہیں کہ یہود یا یہودی لٹریچر سے بھی شادی ثابت نہیں ہو سکتی اور اس بات سے بھی کہ از روئے قرآن اُن کا اصل اعتراض کیا تھا۔ یہاں صرف یہ بات ملحوظ رہے کہ لنجعلہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نکاح قرار دینا اثری صاحب نے یہود اور ان کے لٹریچر سے اخذ کیا ہے۔‘‘

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۸۰، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

قرآنی آیت کو تضحیک کا نشانہ

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’سر سید کی بات کہ ’’وھزی الیك سے لے کر انسیا تک (یعنی آیت ۲۴، ۲۵، ۲۶) کسی انسان کا کلام ہے، فرشتہ کا نہیں‘‘ بر حق ثابت کرنے کے لیے اور یہ بات واضح کرنے کے لیے کہ یہ کلام درخت کے مالک کا ہے۔ اثری صاحب نے قرآن کی مذکورہ آیت کو بھی کو تضحیک کا نشانہ بنایا ہے۔‘‘

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۸۸، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

قرآن کی عبارت کی اصلاح

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد ’’قرآن کی عبارت کی اصلاح‘‘ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

’’اثری صاحب نے یہاں ایک اور نکتہ بھی بیان فرما دیا۔ کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ مشار الیہ ہوتے تو قرآن کی عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ کیف یکلمنا وھو فی المھد صبی، کہ وہ بچہ جو گود میں ہے ہمارے اعتراض کا کیسے جواب دے سکتا ہے۔ گویا تکلم کا معنی بہر حال اعتراض کا جواب دینا ہی ہے، بات کرنا نہیں۔‘‘

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۹۵، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

تلاعب بالقرآن

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد ’’تلاعب بالقرآن‘‘ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

”دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ فاشارت الیہ ... اور قال انی عبد اللہ ... دونوں متصل آیات ہیں اور دوسری آیت میں فاشارت الیہ کی تعمیل ہے لیکن اثری صاحب قاری کے ذہن کو منتشر کرنے اور اسے دھوکہ دینے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ فاشارت الیہ کی تشریح تو صفحہ ۱۴۸ پہ بیان فرماتے ہیں اور قال انی عبد اللہ ... کی تشریح درمیان میں کئی دوسری بحثیں لانے کے بعد ص ۱۴۸ پر درج فرماتے ہیں غور فرمایئے کوئی خدا سے خوف رکھنے والا شخص ایسا کام کر سکتا ہے لیکن اثری صاحب اپنی بات کی پچ میں آکر ہر طرح کے ناجائز حربے استعمال کر جاتے ہیں۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۹۷، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن سے ہدایت لینے کی بجائے اس میں من مانی

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عام مسلمان قرآن سے ہدایت پاتے ہیں اور ربط آیات سے جو (بات) سمجھ آتی ہے اسے تسلیم کرتے ہیں مگر جن لوگوں کے زاویہ نظر میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور ان کے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں وہ ربط آیات کا سلسلہ منقطع کر کے کج بحثی شروع کر دیتے ہیں۔ وہ قرآن سے ہدایت نہیں لیتے بلکہ اس سے اپنا مطلب کشید کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور یہی وہ مشکل ہے جس نے سر سید، امام الدین گجراتی اور حافظ اثری سب کو ان باتوں پر مجبور کر دیا۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۹۷، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

اللہ کو اپنے ضابطہ کا پابند بنانے کے لیے مستعد

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اب بات یوں ہوئی کہ نہ تو اللہ کو حضرت عیسیٰ کے باپ کا علم تھا، نہ حضرت عیسیٰ کو، نیز حضرت مریم نے شوہر کو شوہر سمجھنا بھی گوارہ نہ کیا۔ اب اگر علم ہوا تو اثری صاحب اور ان کے ہم خیالوں کو جو ضابطہ الہی کے ٹھیکے دار اور اللہ تعالیٰ کو اپنے ضابطہ کا پابند بنانے کے لئے مستعد ہو رہے ہیں۔“

=÷

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۰۹، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن کے مقابلہ میں اناجیل کو ترجیح

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد "قرآن کے مقابلہ میں اناجیل کو ترجیح" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"ان کے علم میں ماخذ اگر ہے تو انجیل جو یوسف کو منہ بولا باپ ہی تسلیم کرتی ہے۔ حقیقی باپ وہ بھی تسلیم نہیں کرتی۔ لیکن اثری صاحب کا ان اناجیل پر اتنا پختہ یقین ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "لیکن جسے اس کے باپ کا نسب نامہ ٹھیک طور پر معلوم ہے اور اسے اس پر اعتماد ہے تو وہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر اسے باپ کی طرف سے ہی ابراہیم کی طرف منسوب کرے گا جیسے کہ وہ ماں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ (ع ص ۵٦)... اثری صاحب کے اس اقتباس کی پیچیدگی تب دُور ہوتی ہے یعنی جن لوگوں کو عیسیٰ کے باپ ہونے پر اعتماد ہے وہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کی پروانہ کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو باپ کی طرف سے بھی ابراہیمؑ کی طرف منسوب کریں گے جیسے وہ ماں کی طرف سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کا قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا طریق۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۰۹، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآن وحدیث کی درگت!!!

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"پھر قرآن و حدیث کی جو درگت آپ بناتے ہیں ان کی بھی بہت سی مثالیں ہم پیش کر چکے ہیں۔ قرآن کی من مانی تاویل آپ کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ رہی حدیث تو اس سے انکار کے لیے آپ کو اتنا بھی کافی ہے کہ اس حدیث کا رفع ثابت نہیں لہذا صحیح کیسے ہوئی یعنی تابعین کا قول تو درکنار آپ کسی صحابی کا قول بھی موقوف کہہ کر رد کر دیتے ہیں تو پھر کون سے قرآن وحدیث سے آپ کو ثبوت کی ضرورت ہے؟ ان سب باتوں کے باوجود آپ ماشاء اللہ اہلِ حدیث بھی پکے ہیں اور آپ کی اثریت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۳٦، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

=÷=

قرآن وحدیث سے کھیل

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کا نام غیر شعوری طور پر آپ کے زبان و قلم سے نکل جاتا ہے کیوں کہ قرآن وحدیث جو ہمارے پاس موجود ہے وہ تو انہیں صحابہ کرام اور تابعین کی وساطت سے ملا ہے۔ اور جو کچھ صحابہؓ نے قرآن سے سمجھا وہی ذہن آگے امت کو منتقل کیا۔ اب اگر صحابہ کرام کے ارشادات کو ہی ”غیر نبیوں کا بیان نا قابلِ حجت ہے“ کہہ کر تسلیم نہ کیا جائے تو پھر آخر منکرین حدیث کا اور زیادہ کیا قصور ہے؟ البتہ یہ فرق ضرور رَہ جاتا ہے کہ منکرین حدیث صحابہ کے اقوال وارشادات کو نا قابل اعتماد قرار دے کر صرف قرآن سے کھیلتے ہیں اور اثری صاحب اقوالِ صحابہ کو نا قابل اعتماد قرار دے کر قرآن وحدیث دونوں سے کھیلتے ہیں۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۴۱، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

تنبیہ: ”غیر نبیوں کا بیان نا قابلِ حجت ہے“ یہ صرف عنایت اللہ اثری کا نظریہ نہیں بلکہ قریباً سارے غیر مقلدین کا ہے۔ جو چاہے ہم سے اس کے حوالہ جات طلب کر سکتا ہے۔

قرآن کی باتیں فرضی ہیں!!

عنایت اللہ اثری نے لکھا: ”یہ سب فرضی باتیں ہیں۔“ اس پر مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے یوں تبصرہ کیا:

”یہ جو قرآن کریم میں یہود کے بہتان عظیم بچہ کے متعلق شیاء فریا اور حضرت مریم کے متعلق امراء سوء اور امک بغیا کے لفظ آئے ہیں یہ سب فرضی باتیں ہیں ان کا واقعہ کی حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۶۷، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری/۱۹۹۸ء)

قرآنی مضمون میں ہیر پھیر کرنے کی جسارت

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قرآن میں اکثر مقامات پر جہاں آدم کی پیدائش کا ذِکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی حوا کی پیدائش کا بھی ذِکر آیا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ہم سورہ نساء کی پہلی آیت درج کرکے اس پر

تبصرہ پیش کر چکے ہیں۔ یہ آیت اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہے کہ حوا آدم کے جسم سے پیدا ہوئیں تھیں، پھر احادیث اس کی وضاحت یوں کرتی ہیں کہ حوا کی پیدائش آدم کی پسلی سے ہوئی لیکن چوں کہ خرق عادت ہے لہذا حافظ صاحب کو کیوں کر گوارا ہو سکتی تھی۔ تاہم آپ کو ان آیات یا احادیث میں تاویل کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی، صرف چند الفاظ کے اضافہ یا تھوڑے سے ہیر پھیر نے مسئلہ حل کر دیا۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۱۸۳، مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور، طبع دوم جنوری ۱۹۹۸ء)

(جاری)

=÷=

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ (قسط:۹)

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے متعلق مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی وضاحت

بعد از عشاء مطالعہ میں مصروف تھا کہ واٹس ایپ پر ایک ساتھی کا پیغام بعینہ بایں الفاظ موصول ہوا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مکرم! تنظیم فکر ولی اللہی کے متعلق آپ کے مضامین ماہنامہ راہ ہدایت میں بشوق پڑھتا رہتا ہوں۔ماشاء اللہ آپ کے دروس اور مضامین میں دلائل کے ساتھ ساتھ ایک خاص خوبی یہ پائی جاتی ہے کہ اس میں فریق مخالف کے توہین کی ادنیٰ سی جھلک بھی نہیں پائی جاتی۔**اللھم زد فزد**۔۔۔لیکن بصد معذرت اس حوالے سے آپ کے ساتھ کچھ اختلاف نظر رکھتا ہوں وہ یوں کہ میرا نظریہ یہ ہے کہ:

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے تمام نظریات علماء دیوبند کے سو فیصد موافق تھے،علماء دیوبند میں آپ کے سب سے زیادہ قریب مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ہی تھے جس کو آپ نے اپنی بیٹی دیکر رشتہ داماد میں منسلک کیا۔

کیا مولانا لاہوری رحمہ اللہ آپ کے نظریات سے واقف نہیں تھے؟ اگر واقعی مولانا سندھی کی نظریات میں خرابی ہوتی تو مولانا لاہوری رحمہ اللہ ضرور اس کا اظہار کرتے لیکن حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے ایسا کچھ ثابت نہیں لہذا یہ کہنا کہ آپ کے افکار جمہور علماء دیوبند سے متصادم تھے یہ سب کچھ میرے ناقص فہم کے مطابق قلت مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

آپ کا بھائی: سدیس احمد مانسہرہ خیبر پختونخوا

جناب سدیس صاحب کا میں نے شکریہ بھی ادا کیا اور مزید یہ بھی کہا کہ آپ کے سوال کا جواب "**اپریل**" کے آنے والے مجلہ "ماہنامہ راہ ہدایت" میں دونگا۔

الجواب

پچھلی اقساط میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم ہمارے اکابر میں سے

تھے لیکن بعد از ہجرت کے آپ کی نظریات میں کافی حد تک تبدیلی آگئی جس سے اکثر علماءِ دیوبند متفق نہیں تھے۔ آپ نے مولانا لاہوری رحمہ اللہ کی بات کی ہے جناب مکرم! مولانا لاہوری رحمہ اللہ بیشک مولانا سندھی رحمہ اللہ کے شاگرد اور داماد تھے لیکن مولانا لاہوری رحمہ اللہ بھی آپ کے نظریات سے متفق نہیں تھے۔

معروف علمی شخصیت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

جب مولانا سندھی طویل مدت کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور انہوں نے بعض ایسے خیالات وافکار کا اظہار فرمایا جو مولانا (احمد علی لاہوری) کے نزدیک صحیح الخیال علماء اور راسخ العقیدہ جماعت کے عقائد وافکار ومسلک سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور ان میں مولانا کی حد سے بڑھی ہوئی ذہانت، انفعالیت اور جزباتیت، طویل مسافرت اور زندگی کی ناکامیوں اور ہمت شکن تجربوں کا اصل دخل تھا، اور ان سے مسلمانوں میں ذہنی انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، تو مولانا احمد علی لاہوری (رحمہ اللہ) نے ان کے خیالات میں متابعت نہیں فرمائی بلکہ صاف اپنے اختلاف کا اظہار فرمایا، جس سے مولانا سندھی کو رنج بھی ہوا، اور شکایت بھی پیدا ہوئی، اس لئے کہ وہ مولانا سے اس کی بالکل توقع نہیں رکھتے تھے، لیکن مولانا احمد علی صاحب نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، اور پوری نیاز مندی اور سعادت مندی کے ساتھ اپنے مسلک پہ قائم رہے۔

(پرانے چراغ ج1 ص158)

اسی طرح مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کو بہت تفصیل کے بعد آخیر میں یوں لکھتے ہیں کہ:

یہ عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ مولانا سندھی مرحوم کے قبل از ہجرت جو خیالات تھے، جن کی بنیاد خالص کتاب وسنت پر تھی، اور مسلک احناف سے نکلنا جرم عظیم سمجھتے تھے، میں فقط انہیں خیالات سے متاثر اور مستفید ہوں۔ بعد از ہجرت جو ان کے خیالات میں مذہباً یا سیاساً تبدیلی آگئی تھی، میں اس سے ہرگز متفق نہیں ہوا، حالانکہ وہ مجھے اپنا ہم خیال بنانے میں مصر تھے، اسی لئے وہ مجھ سے آخر دم تک ناراض رہے اور اسی مخالفت کے باعث بہت کچھ برا بھلا کہا کرتے تھے۔۔۔ فقط۔

=÷

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

23 جون 1946ء

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جنوری 1965، صفحہ 68. بحوالہ، مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار صفحہ 102)

پتہ چلا کہ دامادِ مولانا سندھی مرحوم (مولانا لاہوری رحمہ اللہ) بھی حضرت سندھی رحمہ اللہ کے ان نظریات سے متفق نہیں تھے جو بعد از ہجرت مولانا سندھی رحمہ اللہ نے اپنائے تھے۔ بایں ہمہ حضرت سندھی رحمہ اللہ باوجود اپنے تفردات کے ہمارے قابل قدر اکابر میں سے تھے۔ ہمارا غرض حضرت سندھی رحمہ اللہ کی تفردات کو چھیڑنا نہیں بلکہ غرض تنظیم فکر ولی اللہی کی غلط روش اور طرز و طریقہ سے ہیں جمہور علماء دیوبند کے بالمقابل حضرت سندھی رحمہ اللہ کی شاذ نظریات کی پرچار کرتے ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ امت مسلمہ میں بہت سے اکابر کی شاذ آراء چلی آرہی ہے لیکن وہ انہی تک محدود ہیں شاذ آراء کی پرچار کرنا، لوگوں کو اس کی ترغیب دلانا اور انہیں حرف آخر سمجھنا کوئی دانشمندی نہیں بلکہ اس روش کو اگر "**اجماع امت سے انحراف**" کی عنوان سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ تراویح ۲۰ رکعت سنت ہیں

علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں

قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رضی الله عنه كَانَ يَقُوْمُ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِي قِيَامِ رَمَضَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَأَى كَثِيْرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ السُّنَّةُ لِأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكِرٌ

ترجمہ: علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (صحابی) لوگوں کو قیام رمضان (نماز تراویح) کے بیس (20) رکعات پڑھاتے اور وتر تین رکعات پڑھاتے تھے، کثرت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ بیس رکعات ہی سنت ہیں کیوں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کرام اور انصار صحابہ کے درمیان بیس (20) رکعات تراویح پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اسکا انکار نہیں کیا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ص 112 ج 23)

=÷=

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۲)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

مٹی پر چونا وغیرہ اشیاء کو قیاس

تیمم صرف مٹی سے جائز ہے یا جنس زمین: پتھر، کنکر، ریت اور چونا وغیرہ سے بھی؟ اس میں غیر مقلدین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صرف مٹی سے تیمم کو جائز بتاتا ہے جب کہ دوسرا طبقہ جنس زمین میں سے ہر چیز: پتھر، کنکر، ریت اور چونا وغیرہ کے ساتھ تیمم کو درست مانتا ہے۔(احناف بھی یہی موقف رکھتے ہیں) پہلے گروہ کے مفتی نے کنکر اور ریت وغیرہ سے تیمم کے جواز کو قیاسی مسئلہ قرار دیا ہے۔ گویا اُن کے نزدیک غیر مقلدین کا دوسرا گروہ قیاس پر عمل پیرا ہوا۔

پہلے گروہ کے فتاوی کا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

”**سوال:** چونہ کی دیوار یا چونہ سے بنی ہوئی دیوار پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ مسجدوں میں مسائل کے تختے کتبے پر لگے رہتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ مٹی کی جنس مثلاً پتھر، کنکر، چونہ، گچ وغیرہ سے تیمم جائز ہے۔

الجواب: تیمم کی بابت ارشاد ہے: فتیمموا صعیدا طیبا یعنی پاک مٹی پر تیمم کرو، چونہ وغیرہ کو علماء حنفیہ نے مٹی پر قیاس کر کے جائز لکھا ہے۔ خاکسار کے نزدیک اس میں شبہ ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۳۱۰ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث: ۱/ ۱۲۵ مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

تنبیہ: حنفیہ نے مٹی کے ساتھ جنس زمین سے تیمم کو جائز بتایا ہے اس کی دلیل حدیثِ بخاری ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”جُعِلَتْ لِیَ الارض مَسجِدا و طهورا فَاَیمَا رَجل مِن امتِی ادر کته الصلٰوة فَلیصل،

(صحیح بخاری: ۱/ ۶۲)

زمین کو میرے لیے نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے پس میرے کسی امتی کو جہاں کہیں بھی نماز پالے وہاں نماز پڑھ لے۔

=÷=

غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور اوزاعی وغیرہم نے دلیل لی کہ تیمم ہر چیز سے درست ہے جو زمین کی قسم سے ہو مٹی یا پتھر یا اینٹ وغیرہ۔

(تیسیر الباری جلد ۱ صفحہ ۲۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کے اوپر ان الفاظ میں باب قائم کیا:

”باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلَتِ لِیَ الارض مَسجِدا و طھورا“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے۔

علامہ وحید الزمان صاحب اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

”یعنی زمین کی ہر چیز پر نماز اور اس سے تیمم کرنا درست ہے مگر جہاں کوئی دلیل اس کی ہو کہ وہ نجس ہے یا وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے،

(تیسیر الباری:۱/۳۱۶ نعمانی کتب خانہ)

پٹیوں کے مسح کا جواز موزوں کے مسح پر قیاس اور قیاس سے ضعیف حدیث کو تقویت

مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دو موزوں پر اور عمامے پر مسح کا جواز بھی اسی کا مقتضی ہے اور قیاس ہذا نص صریح ضعیف کو جو وجوب مسح علی الجبابر میں وارد ہے تقویت پہنچتی ہے۔“

(حاشیہ بلوغ المرام اردو صفحہ ۷۷، فاروقی کتب خانہ ملتان)

نماز کے مسائل

مولی کو کچے گوشت، لہسن اور پیاز پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسی حکم میں ہے وہ ہر ترکاری جس میں بدبو ہو جیسے مولی وغیرہ گو اِس کی تصریح حدیث میں نہیں... لیکن جب کچا گوشت لانے کی اور پیاز اور لہسن کی ممانعت ہوئی تو مولی کا حکم بھی اس

=÷

پر قیاس کر سکتے ہیں۔"

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۱/ ۴۷۵)

مسجد میں ہر گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت کو گم شدہ جانور کی ممانعت پر قیاس

حدیث میں ہے جو مسجد میں "**ضالۃ**" کے تلاش کرنے کا اعلان کر رہا ہو تو تم کہو اللہ تجھے واپس نہ لوٹائے۔

(بلوغ المرام)

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ضالۃ گم شدہ جانور کو کہتے ہیں لیکن دوسری اشیاء کو بھی اس پر قیاس کر لیا جاتا ہے۔ البتہ دوسری گم شدہ اشیاء کے لئے لغت میں ضائع اور **لقطۃ** کے الفاظ بھی موجود ہیں۔"

(فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۱۶۵، فقہ الحدیث پبلی کیشنز)

ہر مجلس علم اور عبادت کو مسجد پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قیاس کیا ہے علماء نے پیاز لہسن پر بدبودار چیز کو اور مسجد پر ہر مجلس علم اور عبادت کو۔"

(شرح مسلم اردو: ۱/ ۱۲۶، کتاب المساجد)

اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا قیاسی

کسی نے سوال کیا:

"اذان کے بعد کی دعا ہاتھ اُٹھا کر مانگنی جائز ہے یا نہیں۔"

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اس کا جواب دیا:

"اس دعا کو قیاس کر لیجئے ورنہ ہاتھ اُٹھانے کا ثبوت میرے ناقص علم میں نہیں۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۴۵۴، ادارہ احیاالسنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

تکبیر کے جواب دینے کو اذان کے جواب دینے پر قیاس

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تکبیر (اقامت، دوسری اذان) کا جواب دینا صراحتاً ثابت نہیں۔ اگر کوئی شخص اذان پر قیاس

=÷=

کر کے اس کا جواب دیتا ہے تو اسی طرح جواب دے جس طرح وہ اذان کا جواب دیتا ہے۔“

(علمی مقالات ۳/ ۴۷، مکتبہ اسلامیہ)

سجدہ سہو کا مسئلہ... نفلوں کو فرض پر قیاس

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”فرضوں میں اگر درمیانی تشہد بھول جائے تو حدیث میں سجدہ سہو آیا ہے، نفلوں کو بھی اسی قیاس کرنا چاہیے کیوں کہ جس مسئلے میں نفلوں کو فرضوں سے علیحدہ نہیں کیا، ہم علیحدہ نہیں کر سکتے۔ پس نفلوں میں بھی سجدہ سہو کافی ہے۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/ ۱۸۵)

ربنا ولک الحمد کہنے میں مقتدی کو امام پر قیاس

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ثبت فی صحیح البخاری فی المغازی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی الفریضة وھو امام بعد قولہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد ویقاس علیہ المقتدی۔“

(اتحاف الکرام حاشیة بلوغ المرام صفحہ۷۵، ناشر مکتبہ دار السلام ریاض)

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ثابت ہے کہ بلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام ہونے کی حالت میں فرض نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ربنا ولك الحمد کہا کرتے تھے اور اسی پر مقتدی کو قیاس کیا جائے۔

امام کا باآواز بلند قنوت پڑھنا اور مقتدیوں کا آمین کہنا قنوت نازلہ پر قیاس

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام کا باآوازِ بلند قنوت پڑھنا اور مقتدی حضرات کا آمین کہنا بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ قنوت نازلہ پر قیاس کر لیا جائے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/ ۱۸۰ مکتبہ اسلامیہ)

وتروں میں بلند قنوت اور آمین کہنے کو حافظ ثناء اللہ مدنی نے بھی قیاسی کہا ہے۔

=÷=

(الاعتصام لاہور ۲۱/ اگست ۱۹۹۲ء)

سو جانے سے چھوٹنے والی نماز پر بھول کر قضاء ہونے والی نماز کو قیاس

مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سو جانے سے جو نماز وقت سے بے وقت ہو گئی ہو اس کے لیے اذان دینا مشروع ہے........ اور جو نماز بھول سے رہ گئی ہو اس کا حکم بھی قیاساً یہی ہو گا کہ اس کے لیے بھی اذان و اقامت ہووے۔“

(حاشیہ بلوغ لمرام اردو صفحہ ۹۱، فاروقی کتب خانہ ملتان، سال اشاعت: ۱۹۷۹ء)

مقتدی کی طرف سے آیات قرآنیہ کا جہراجواب، آمین پر قیاس

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

” قرآن مجید کی جن سورتوں کے جوابات حدیثوں میں آ گئے ہیں وہ جس طرح امام کے لیے جائز اور مستحب ہیں اسی طرح مقتدی کے لیے بھی جائز مستحب ہیں بلکہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامعین کا جواب دینا بہت محبوب تھا[پھر مشکوۃ سے ایک ضعیف حدیث نقل کی، جس میں نماز کی بات نہیں بلکہ عام حالت کے حوالہ سے گفتگو ہے۔(ناقل)] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پیاری لگی تھی کہ سامعین بھی جواب دیں لہذا مقتدی کو جواب دینا چاہیے۔ اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے مگر امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سامع بھی جواب دے۔ امام شافعیؒ کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث قابل عمل ہے خاص کر فضائلِ اعمال میں۔ رہی یہ بات کہ نماز غیر نماز میں کوئی فرق ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا ۔ یہ ایسا ہی سمجھ لینا چاہیے جیسے امام کی آمین کے ساتھ آمین کہی جاتی ہے کیوں کہ سماع قراءت کو مخل نہیں۔ پس اس کا آمین پر قیاس صحیح ہے۔“

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۴۹۵، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

روپڑی صاحب کے اس فتوے میں کئی باتیں قابل توجہ ہیں۔

=÷=

روپڑی صاحب کے بقول یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اور روپڑی صاحب یہ بھی لکھ چکے:

"ضعیف حدیث کسی کے نزدیک قابلِ حجت نہیں۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۵۰۳، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

روپڑی صاحب نے امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا سہارا لیا۔ یہاں یہ بتلایا جائے کہ غیر مقلدین کے ہاں کسی مجتہد کا استدلال حدیث کے سندی ضعف ختم کرکے اسے صحت تک پہنچا دیتا ہے؟ اگر ہے تو حوالہ؟

پھر اس ضعیف حدیث میں عام حالات کی بات ہے کہ آیات کا جواب حاضرین دیں تو پسندیدہ ہے۔ نہ تو نماز کی بات ہے اور نہ ہی مقتدیوں کے جواب دینے کی۔

روپڑی صاحب نے آخر میں قیاس بھی لڑایا ہے کہ جس طرح مقتدی کا اونچی آمین کہنا قراءت میں مخل نہیں، اسی طرح مقتدی کی طرف سے آیتوں کا بلند جواب بھی خلل نہیں ڈالتا، لہذا آمین پر قیاس صحیح ہے۔ جب کہ روپڑی صاحب کے ہاں قیاس حجت ہی نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فقہاء کے نزدیک کل دلیلیں چار ہیں: کتاب و سنت، اجماع و قیاس۔ اور اہلِ حدیث کے نزدیک قیاس میں کلام ہے۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۶۶۴، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

شیخ البانی کا قیاسی فتوی

غیر مقلدین کی رائے ہے کہ جو شخص سفر کر رہا وہ دوران سفر دو وقت کی نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھ سکتا ہے۔ شیخ البانی غیر مقلد نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر مسافر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو تب بھی دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں پڑھ سکتا ہے۔

فتاوی اہل حدیث میں لکھا:

"دو نمازوں ظہر، عصر، یا مغرب، عشا کے جمع کرنے کے متعلق سوال ہوا کہ اگر مسافر کو یقین ہو کہ وہ عصر تک یا عشاء تک گھر پہنچ جائے گا تو کیا وہ ظہر کے ساتھ عصر یا مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز جمع اور قصر کی صورت میں پڑھ سکتا ہے؟ شیخ البانی نے فرمایا: پڑھ سکتا ہے کیوں کہ جب مسافر سفر میں کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرلے تو اس حال میں اسے نمازیں جمع کرنے کی

اجازت ہے، تو گھر پر پہنچنے کی نیت کی صورت میں بھی جائز ہے۔‘‘

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۶۸۴، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے شیخ البانی کے اس فتوے کو قیاسی فتوی قرار دیا۔ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

’’شیخ البانی کا خیال صحیح نہیں۔ سفر میں اگر چار روز سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہ مسافر ہے۔ اگر اس سے زیادہ کی نیت ہو تو وہ مقیم ہے اور جو شخص عصر تک یا عشاء تک گھر پہنچ سکتا ہے وہ گھر پہنچ کر مسافر نہیں رہتا اس کو اس پر کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مسافر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو تو اس کے لیے جمع ثابت نہیں۔ بلکہ جو چلنے کی تیاری کر رہا ہو، اس کے لیے ثابت ہے۔‘‘

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/ ۶۸۷، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

قنوت وتر کے رفع یدین کو قنوت نازلہ پر قیاس

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے قنوتِ وتر میں بھی دعا کی طرح ہاتھ اُٹھانا جائز ہے۔‘‘

(توضیح الاحکام: ۲/ ۹۶)

علی زئی صاحب نے یہی قیاسی مسئلہ اپنی کتاب ہدیۃ المسلمین صفحہ ۵۷ اور علمی مقالات: ۴/ ۱۲۶ میں بھی لکھا ہے۔

مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’قنوت وتر میں ہاتھوں کا اُٹھانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں رکوع سے پہلے قراءت سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح بغیر ہاتھ اُٹھانے دعا مانگنی چاہیے جو لوگ وتر میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہیں وہ اسے قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہیں۔‘‘

(احکام و مسائل صفحہ ۲۵۹)

مولانا ابو البرکات احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’جو دعا وتروں میں پڑھی جاتی ہے یہ بھی قنوت ہے۔ لہذا نازلہ قنوت پر قیاس کر کے وتر میں بھی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہیں۔

(فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۳۸)

=÷

مولانا عبد الغفار محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”وتروں میں ہاتھ اُٹھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اس لیے ہم ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ اگر اُٹھاتے ہیں تو امام شافعی کی تقلید میں نہیں بلکہ اس لیے کہ قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اُٹھانا حدیث سے ثابت ہے کیوں کہ نازلہ بھی قنوت ہے اور وتروں والی بھی قنوت تو نازلہ والی پر قیاس کرتے ہوئے ہم ہاتھ اُٹھالیتے ہیں۔“

(حنفیوں کے ۳۵۰ سوالات صفحہ ۵۵۰)

مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قنوتِ وتر میں ہاتھوں کو اُٹھانے کے متعلق کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ہے، اس لیے بہتر ہے کہ ہاتھ اُٹھائے بغیر دعا مانگی جائے ... اگر قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کرکے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے تو یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔“

(احکام والوضوء والغسل والصلوٰۃ صفحہ ۱۸۸)

شیخ عبد الروؤف سندھو غیر مقلد ”دعاء قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانے کا حکم“ عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

”اس دعاء میں ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں کسی حدیث میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ اس کے بارے میں مبارک پوری لکھتے ہیں: واما رفع الیدین فی قنوت الوتر فلم اقف علی حدیث مرفوع فیہ ایضاً“ (تحفۃ الاحوذی: ۲/۵۶۷) ”رہا قنوت وتر میں ہاتھوں کا اُٹھانا تو اس کے بارے میں بھی کسی مرفوع حدیث پر مطلع نہیں ہوا ہوں۔“ یعنی مجھے کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھاتے تھے مگر یہ ان سے صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب ”مسنون نماز“ (ص: ۱۷۶، پہلا ایڈیشن) دیکھیں۔ بعض علماء اس دعاء کو عام دعاء پر قیاس کرتے ہوئے اس میں بھی ہاتھ اُٹھانے کے قائل ہیں۔ جب کہ امام احمد بن حنبل اس دعاء کو دعائے قنوتِ نازلہ پر قیاس کرتے ہوئے اس میں ہاتھ اُٹھانے کے قائل ہیں کیوں کہ اس دعاء میں ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ (ص: ۱۷۷، حاشیہ) ان علماء کے مقابلے میں علماء کی ایک دوسری جماعت ہے جو

=÷

قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھانے کو مکروہ جانتی ہے اس بناء پر کہ نماز میں رائے و قیاس کو دخل نہیں کیو ں کہ یہ ایک تعبدی اور توفیقی اَمر ہے۔ ملاحظہ ہو: احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، لابن دقیق العید (۱/ ۱۷۲) ایضاً۔ مسنون نماز۔"

(احناف کی چند کتب پر ایک نظر صفحہ ۳۷، دار الاشاعت اشرفیہ سندھو قصور)

قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھنے کو قنوت نازلہ پر خلافِ حدیث قیاس

پہلے والے غیر مقلدین قنوتِ وتر رکوع کے بعد پڑھنے کے قائل تھے۔ (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۹۵ مع تسہیل الوصول) لیکن موجودہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ از روئے حدیث قنوت وتر رکوع سے پہلے ثابت ہے۔ رکوع کے بعد پڑھنے کے قائلین اسے قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہیں گویا انہوں نے حدیث کے خلاف قیاس لڑایا ہے۔

چنانچہ غلام مصطفی ظہیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھنا راجح ہے جیسا کہ نسائی: ۳۲/ ۲۳۵ ح ۶۹۹ وغیرہ سے ثابت ہے جو لوگ رکوع کے بعد پڑھتے ہیں وہ قنوت نازلہ پر قیاس کر کے ہی پڑھتے ہیں۔"

(تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۲۹۵، نعمانی کتب خانہ)

غیر مقلدین کے رسالہ (محدث شمارہ: ۳۴۸ صفحہ ۳۷) میں اسی طرح کی بات مذکور ہے کہ رکوع کے بعد قنوت وتر پڑھنا قیاسی ہے جس طرح ہاتھ اُٹھانا قیاسی ہے۔

(جاری)

=÷

محترم محمد مدثر راؤ صاحب حفظہ اللہ (آخری قسط)

رفع ونزول عیسیٰ علیہ سلام اور غامدی شبہات کے جوابات

ایک اہم اعتراض کا جواب:

قارئین کرام! غامدی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے رفع و نزول کی بابت جہاں بہت سے عقلی اعتراضات کیے وہاں ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ۔۔۔

> " صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ سلام نزول فرمائیں گے تو اس وقت مسلمان کفار کیساتھ جو جنگ لڑیں گے وہ جنگ تلواروں سے لڑی جائے گی جبکہ اس وقت دور کے ساتھ ساتھ جنگی ساز و سامان بھی جدید ہو چکا ہے لہٰذا ہمیں یہ ماننا پڑے گا چاہے فرضی طور پر ہی صحیح کہ دنیا میں کوئی اتنا بڑا انقلاب برپا ہو گا کہ یہ سب کچھ جتنا بھی جدید اسلحہ ہے سب ختم ہو جائے گا اور لوگ واپس تلواروں اور نیزوں سے جنگ لڑنا شروع کر دیں گے۔"

غامدی صاحب کے اس اشکال کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ عرض کر دیں کہ صحیح مسلم کی حدیث کے متعلق علماء کرام کی دو آراء ملتی ہیں۔

بعض علماء کرام نے حدیث کے الفاظ کو بغیر کسی تاویل کے من و عن تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ جیسا حدیث میں فرمایا گیا ہے ٹھیک ویسا ہی ہو گا کہ اُس وقت تلوار سے ہی جنگ لڑی جائے گی بیشک حالات جیسے بھی ہوں۔۔۔۔ اور بعض علماء کرام نے حدیث کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ شاید تلوار سے مراد اس وقت کا کوئی جدید اسلحہ ہو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں جنگ تلوار سے لڑی جاتی تھی تو اس لیے حدیث میں تلوار کا فرمایا گیا ہو گا۔

اب غامدی صاحب کے اس **بڑے اعتراض** کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی اتنا بڑا انقلاب آئے گا کہ یہ سارا اسلحہ ختم ہو جائے گا۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ غامدی صاحب ہمیں نہ کسی اتنے بڑے انقلاب کی ضرورت ہے اور نا ہی اس حدیث کی کوئی تاویل کرنے کی بلکہ جیسا اللہ کے رسول نے فرمایا بیشک ویسا ہی ہو گا اور ہمارے لیے یہ بات کوئی نئی نہیں ہے۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

جی ہاں بالکل ۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو گا کہ جدید اسلحہ کے ہوتے ہوئے لوگ اسے استعمال کیے بغیر ہی جنگ لڑیں گے بلکہ آج سے قریباً دو سال قبل ایسا ہو بھی چکا ہے۔

قریباً دو سال قبل ڈوکلام کے علاقہ میں چین اور بھارت کے فوجی آمنے سامنے آگئے تھے۔ساری دنیا یہی سمجھ رہی تھی کہ شاید اب گولیاں چلیں گی اور لاشیں گریں گی مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔اہل جہاں والوں کے لیے یہ سب کچھ نہایت ہی حیران کن تھا لیکن انکی حیرانی کی وجہ گولیوں کا نہ چلنا اور بم کا نہ پھٹنا نہیں تھا بلکہ حیرانی اس بات کی تھی کہ دونوں ممالک کی مسلح افواج آمنے سامنے تو تھیں لیکن دونوں طرف کے فوجیوں نے جدید اسلحہ ہونے کے باوجود پتھروں اور ڈنڈوں سے کام لیا اور کسی نے بھی جدید اسلحہ کو جنگ میں استعمال نہیں کیا۔

ڈوکلام کے سنگم پر دونوں ممالک کی فوجوں نے خالص لالو کھیتی کا ماحول پیدا کر دیا تھا اور اس موقع پر لوگوں کو جوہری ہتھیاروں سے ہونے والی تباہی کو دیکھتے ہوئے آئن سٹائن کا وہ مشہور قول بھی یاد آگیا کہ

"مجھے نہیں معلوم کہ تیسری عالمی جنگ کن ہتھیاروں سے لڑی جائے گی مگر میں اتنا پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چوتھی عالمی جنگ پتھروں سے لڑی جائے گی۔"

قارئین کرام!

ڈوکلام پر ہونے والی چین اور بھارت کی یہ جنگ اور آئن سٹائن کا چوتھی جنگ عظیم کے متعلق پتھروں سے جنگ لڑنے والا قول یہ سب مشاہدات مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو حرف بہ حرف سچ ثابت کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا اعجاز بھی ہے، سبحان اللہ۔

اب ہم غامدی صاحب اور ان کے پیروکاروں سے یہ سوال عرض کرتے ہیں کہ آخر کیا وجہ تھی کہ چین اور بھارت نے جوہری ہتھیار ہونے کے باوجود پتھروں اور لاٹھیوں سے جنگ لڑی؟ جبکہ دونوں افواج کے پاس جدید اسلحہ بھی موجود تھا!

اب اس سوال کے جواب میں جو جواب غامدی صاحب پیش کریں گے پس اسی جواب کو ہماری طرف سے بھی سمجھ لیجئے گا کہ جیسے چین اور بھارت نے جدید اسلحہ ہونے کے باوجود لاٹھیوں سے جنگ لڑی ٹھیک اسی طرح مسلمان بھی قرب قیامت جدید اسلحہ ہونے کے باوجود تلوار کیساتھ جنگ لڑیں گے۔

=÷

ہم غامدی صاحب کے اس اشکال کا جواب کسی اور طریق سے بھی دے سکتے تھے لیکن غامدی صاحب چونکہ ہر بات کو عقل کے مسلمات پر پورا اترتا دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ڈو کلام پر ہونے والی جنگ اور آئن سٹائن کا قول غامدی صاحب جیسے حضرات کے لیے کافی شافی ہو گا۔

سورۃ المائدہ آیت 110 پر غامدی شبہ کا جواب:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (110)

جب اللہ کہے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میری نعمت یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوئی ہے، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے بات کرتا تھا گود میں اور بڑی عمر میں، اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی، اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تب وہ میرے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا تھا، اور مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، اور جب مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس نشانیاں لے کر آیا پھر جو ان میں کافر تھے وہ کہنے لگے کہ یہ تو بس صریح جادو ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت 110)

قارئین کرام!

سورۃ المائدہ کی آیت 110 حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی حیات پر نہایت ہی پختہ ثبوت ہے جو کہ منکرین کے لیے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے اور آج تک منکرین سے اس کے رد میں کوئی معقول دلیل نہیں بن سکی ہے۔

غامدی صاحب سے بھی ان کے داماد حسن الیاس صاحب نے سورۃ المائدہ آیت 110 کی بابت سوال پوچھا کہ اس آیت مبارکہ سے علماء کرام حیات عیسیٰ کی دلیل دیتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ سلام

=÷

نازل ہونگے تو اس وقت وہ بڑی عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے بڑی عمر میں کلام کرنے کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت میں شمار کیا ہے جبکہ بڑی عمر میں کلام تو سبھی کرتے ہیں اس میں عیسیٰ علیہ سلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟

قارئین کرام!

غامدی صاحب نے اس سوال کے جواب میں "سوال گندم اور جواب چنے" کا کام کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا بڑی عمر میں کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت میں شمار کیوں ہوا؟ یہ سمجھانے کی بجائے موصوف نے یہ بتانا شروع کر دیا کہ عیسیٰ علیہ سلام کا یہ کلام قرب قیامت لوگوں سے نہیں بلکہ اپنی قوم کے انہی لوگوں سے کیا گیا ہے جن سے عیسیٰ علیہ سلام نے بچپن میں کلام کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ دیکھو یہ بچہ تم سے بچپن میں جو کلام کر رہا ہے یہی بچہ بڑا ہو کر بھی تم سے کلام کرے گا۔

اگر ہم غامدی صاحب کی اس خود ساختہ تشریح کو تسلیم بھی کر لیں تو سوال پھر بھی وہی بنتا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ سلام نے جن لوگوں سے بچپن میں کلام کیا تھا اور انہی لوگوں سے بڑی عمر میں بھی کلام کیا تو اس میں ایسی کونسی خاص بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نعمت میں شمار فرمایا؟ جبکہ بڑی عمر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی لوگوں سے کلام فرمایا ہے لیکن انکے لیے تو اللہ تعالیٰ نے کہیں پر بھی ایسا کوئی ارشاد نہیں فرمایا! آخر کیوں؟

یہ تھا وہ سوال جو حسن الیاس صاحب کو اپنے سسر غامدی صاحب سے پوچھنا چاہیے تھا لیکن موصوف نے خاموشی سے اسے گزار دیا اور اپنی طرف سے حجت تمام کر دی۔

غامدی صاحب نے جو کچھ بھی اس حوالے سے بیان کیا اس میں کہیں پر بھی اس بات کو نہیں سمجھایا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے بڑی عمر میں کلام کرنے کو بھی اپنی نعمت میں شمار فرمایا ہے جبکہ بڑی عمر میں کلام تو باقی انبیاء کرام نے بھی کیا لیکن ان میں سے کسی کے کلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت میں شمار نہیں فرمایا۔

سورۃ النساء آیت 159 پر غامدی شبہ کا جواب:

غامدی صاحب سے پوچھا گیا کہ علماء کرام سورۃ النساء آیت 159 کو عیسیٰ علیہ سلام کی حیات پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ سلام قرب قیامت نزول فرمائیں گے تو اس وقت کوئی اہل کتاب ایسا

=÷

نہیں ہو گا جو عیسیٰ علیہ سلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے بغیر رہے گا بلکہ تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

اس کے جواب میں غامدی صاحب نے ایک اعتراض پیش کیا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر مسیح علیہ سلام کے بعد سے اب تک جتنے بھی اہل کتاب اس دنیا سے جا چکے ہیں وہ پھر کیسے ایمان لائیں گے؟ اور اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو پھر یہ کہنا کہ تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے غلط ہو جائے گا۔ اس آیت میں جس پر ایمان لانے کی بات کی جا رہی ہے وہ عیسیٰ علیہ سلام کی ذات نہیں اور نا ہی اس میں انکا نام شامل ہے بلکہ اس میں جس پر ایمان لانے کی بات کی جا رہی ہے وہ قرآن مجید ہے کہ جس پر مرنے سے پہلے کتابی ایمان لے کر آتا ہے۔

قارئین کرام!

غامدی صاحب کے نزدیک ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے قرآن پر ایمان لے آتا ہے اگر ہم ان کی اس بات کو کچھ دیر کے لیے تسلیم بھی کر لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے اہل کتاب جو کسی وجہ سے قتل ہوئے ہوں یا پھر کسی کتابی کی تلوار سے گردن اڑا دی جائے تو کیا ایسے کتابی کے پاس اتنا وقت ہو گا کہ وہ قرآن پر ایمان لے آئے؟ یقیناً ہر ذی شعور یہی کہے گا کہ ایسا ممکن نہیں۔

پھر صرف یہی نہیں بلکہ ایک کافر کے لیے موت کے وقت غرغرہ کی حالت میں جب اس پر تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے اس وقت ایمان لانا ویسے ہی بے سود اور ناقابل قبول ہوتا ہے اور اس کے لیے توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیا جاتا ہے تو ایسے میں کوئی کتابی ایمان لائے بھی تو اسے ایسے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ لہٰذا غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے قرآن پر ایمان لے آتا ہے ایک نہایت ہی کمزور استدلال ہے جو کہ عقلی و نقلی اعتبار سے بھی باطل ٹھہرتا ہے۔

حدیث مبارکہ سے آیت کی تفسیر:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ، يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (سورۃ النساء آیۃ 159.)

ہم سے اسحاق بن راہو یہ نے بیان کیا، کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہو گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ”اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہو گا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔“

(صحیح بخاری رقم الحدیث 3448)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور انہوں نے یہ حدیث رسول بیان کرنے کے بعد آیت بالا کو بطور استشہاد پیش کیا ہے اور چونکہ یہ مسئلہ قیاسی نہیں ہے اس لیے یہ تفسیر بھی براہ راست مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ محض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہی نہیں بلکہ خود صاحب قرآن کی جانب سے اس آیت کی تفسیر ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی انسان کی تفسیر قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اعتراض کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا نام موجود نہیں ہے:

اس پر ہم عرض کریں گے کہ سورۃ النساء کی اس آیت سے پہلے کی دو آیات 157 اور 158 میں "ہ" کی جتنی بھی ضمیریں ہیں وہ سب کی سب عیسیٰ علیہ سلام ہی کی طرف لوٹ رہی ہیں اور اس میں انکا ہی ذکر چلا آرہا ہے۔ اسی طرح آیت 159 میں بھی (**بہ**) اور۔ (**قبل موتہ**) میں دنوں ضمیروں کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی ذات ہے لہٰذا ان کے نام کی صراحت کی ضرورت نہیں۔ رہی بات غامدی صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے نام

=÷

کا مطالبہ کرنا تو یہ ہمیشہ کی طرح ان کے لفظوں کے کھیل کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے کہ جس کا غامدی صاحب جا بجاذ کر کرتے رہتے ہیں۔

ختم شد

محترم محمد حذیفہ راجکوٹی صاحب

"یزید کی تابعیت"

حامیان یزید کی طرف سے اسے بچانے کیلئے اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ:

"اجی! یزید تو تابعی تھا اسلئے اسے "فاسق" نہیں کہا جاسکتا، اسلئے جو حضرات اسے فاسق کہتے ہیں غلط کہتے ہیں"

الجواب بعون الملك الوهاب:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ تسلیم ہی نہیں ہے کہ یزید تابعی ہے کیونکہ تابعی ہونے کیلئے صحابی کی اتباع ضروری ہے جبکہ یزید صحابہ کی اتباع کیا کرتا، اس نے تو صحابہ کو اپنی اتباع پر مجبور کیا، لہٰذا اس کو "تابعی" کہنا منصب "تابعیت" کی توہین ہے، بالفرض ہم مان لیتے ہیں کہ یزید تابعی تھا پھر بھی اس کی "تابعیت" اسے "فسق" سے نہیں بچاسکتی کیونکہ تابعی، فاسق ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "حجیت حدیث" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرات تابعین میں جو "**والذين اتبعوهم باحسان**" کا مصداق ہیں، یہ طبقہ اگرچہ صحابہ کرام کے ہم مرتبہ نہیں مگر ان کا نمونہ ضرور ہے اور صحابہ کا رنگ اور ان کی خو اور بو لئے ہوئے ہے، اس طبقہ میں کچھ فاسق اور فاجر بھی ہوئے مگر کم"

(ص:162)

معلوم ہوا کہ تابعی ہونے کے ساتھ فاسق ہونے میں کوئی استحالہ نہیں ہے، اسلئے حامیان یزید اگرچہ اپنے ممدوح کو "تابعی" کہہ کر خوش ہو جائیں لیکن فاسق وہ پھر بھی ہے۔

=÷=

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

غیر مقلدین کا عقیدہ توحید

(توحید کا لیبل لگانے والوں کے اندرونی انکشافات)

اعترافِ حقیقت کہ اہلِ حدیث کا عقیدہ توحید صحیح نہیں

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں:

”ہمارے عقائد بہت حد تک غلط ہیں اللہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ صحیح نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔“

(خطبات بہاول پوری:۱/۳۲۵)

پروفیسر صاحب آگے کہتے ہیں:

”اہلِ حدیثوں کو لے لیں جن کو ہم بڑا معیاری کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث کا عقیدہ اچھا ہوتا ہے اور اہلِ حدیث کو بڑی معلومات حاصل ہوتی ہیں، عرب ہمیں دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کیسا ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ کیا تصور رکھتے ہیں۔“

(خطبات بہاول پوری:۱/۳۲۵)

پروفیسر صاحب حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہتے ہیں:

”اہل حدیث عالموں کو آپ کبھی ٹوہ کر دیکھیں آپ حیران ہوں گے، اللہ کے بارے میں عقیدہ صحیح نہیں ہے۔“

(خطبات بہاول پوری:۱/۳۲۷)

مزید پڑھیے! پروفیسر صاحب کہتے ہیں:

”آج توحید کو دیکھو... بریلویوں کی تو کیا صحیح ہونا تھی اہلِ حدیثوں کا بیڑہ غرق ہو گیا اور ان کی بھی توحید صحیح نہیں ہے۔“

(خطبات بہاول پوری:۴/۴۰۷، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

پروفیسر صاحب کا ایک اور اعتراف ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں:

''توحید کو اہلِ حدیث بھی نہیں مانتے۔ اہلِ حدیث بھی رسمی طور پر توحید کا نام لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توحید کی حقیقت کو اہلِ حدیث بھی بہت کم ہی جانتے ہیں۔''

(خطبات بہاول پوری:۵/۱۰، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب کا مزید انکشاف پڑھئے:

''آج کل کا اہلِ حدیث جو توحید سے خالی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ وہ اللہ کو رب مانتا ہے، اللہ کو خالق مانتا ہے، اللہ کو مالک بھی مانتا ہے لیکن بادشاہ نہیں مانتا، بادشاہ نہیں مانتا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے قانون کو نہیں مانتا جو قانون کو نہ مانے ...وہ توحید والا کبھی نہیں ہو سکتا۔''

(خطبات بہاول پوری:۵/۱۱، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب نے اہلِ حدیث کے متعلق یوں اعتراف کیا:

''اسے خدا کے قانون کی کوئی پرواہ ہی نہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے، اللہ کا حکم کیا ہے؟ اس کے رسول نے کیا کہا ہے۔ جسے یہ پرواہ نہیں وہ خواہ اہلِ حدیث ہو وہ موحد نہیں ہے، اللہ کو اِلٰہ نہیں مانتا وہ نام کا اہلِ حدیث ہے اور اندر سے کھوکھلا ہے، بالکل خالی ہے ورنہ پاکستان میں جتنے اہلِ حدیث ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان بگڑ جائے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پاکستان میں ایک کروڑ اہلِ حدیث ہیں شاید ہی ان میں چند مخلص ہوں جو واقعۃً مسلمان ہیں باقی تو سب رسمی کام ہے، سارے کا سارے کا رسمی کام ہے۔''

(خطبات بہاول پوری:۵/۱۲، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اہلِ حدیث بھی اتنے ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ کے بارے میں، اللہ کی صفات کے بارے میں، اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ پناہ بخدا!! بہت ہی قصوروار ہیں، بہت ہی خطاکار ہیں، اور ان کے عقیدے غلط ہیں، اللہ کی صفات کے بارے میں۔''

(خطبات بہاول پوری:۵/۸۸، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

=÷=

توحیدی بند میں شگاف

غیر مقلدین کے رسالہ میں لکھا ہے:

”ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ اجتماع ضدین محال ہے لیکن آج کا سائنسی دَور جس میں ناممکن چیزیں بھی ممکن ہو رہی ہیں اس میں اجتماع ضدین بھی لا محال بن گیا ہے۔ بفضل اللہ اہلِ حدیث اور شرک وبدعت یہ دونوں نقیضین تھیں لیکن یہ بُعد اور دُوری بعض اہلِ حدیث کی نرم غلط پالیسی کی وجہ سے بتدریج کم ہو رہی ہے اور اتنی کم ہو گئی ہے کہ جس سے توحیدی بند میں شگاف پڑنے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث یکم جمادی الاول ۱۳۸۴ھ)

اللہ سے تعلق کس قدر؟

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں:

”خوش تو آپ بہت ہیں کہ ہم اہلِ حدیث ہیں، ہم اہلِ حدیث ہیں، کبھی آپ نے سوچا بھی کہ اگر ہمارا خدا سے تعلق ... بریلویوں سے زیادہ ہوتا تو اللہ ہم سے راضی ہوتا تو خدا ضرور وعدہ پورا کرتا کہ میں تمہیں خلافت دوں گا، تمہاری حکومت ہو گی۔“

(خطبات بہاول پوری: ۳/ ۳۰۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

اللہ تعالیٰ کے آداب

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں:

”خدا **جٹکی** کرے گا۔ وہ بات کرے گا جس کے بارے میں ایک پینڈو، جاٹ، دیہاتی اَن پڑھ یہ نہ کہہ سکے کہ یا اللہ! میں اَن پڑھ ہوں۔ خدا اَن پڑھوں والی بات کرے گا۔“

(خطبات بہاول پوری: ۳/ ۴۲۴، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب نے اللہ سے مانگنا سکھاتے ہوئے کہا:

”آپ اللہ کے سر چڑھ جائیں۔“

(خطبات بہاول پوری: ۴/ ۶۰، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

=÷=

پروفیسر صاحب نے کسی شاعر کا قول "جدھر دیکھتا ہوں اِدھر تو ہی تو ہے" نقل کر کے یوں تردید کی:

"تھانے دار جوتے مار رہا ہے اس میں بھی تو ہے اور چور جو جوتے کھا رہا ہے اس میں بھی تو ہے، یہ اللہ کی گت بن رہی ہے۔"

(خطبات بہاول پوری: ۵/۱۴۹، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب کہتے ہیں:

"آپ کی زندگی گناہ کی ہو، آپ کی زندگی نافرمانی کی ہو اور خدا آپ کو عیش کروائے تو سمجھ لو کہ خدا آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ میں بڑا سخت لفظ کہہ رہا ہوں... ننگا... تاکہ آپ کو پتہ لگ جائے۔"

(خطبات بہاول پوری: ۳/۵۴۳، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

بیوی کی خاطر اللہ پر جھوٹ

غیر مقلدین کے "امام العصر" حافظ عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں:

"خاوند بیوی کا تعلق اور ان کا اتفاق و محبت سے رہنا اس کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کے لیے اللہ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے۔"

(تنظیم اہلِ حدیث یکم ستمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۰)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے روپڑی صاحب کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"ناظرین! کس قدر جرأت ہے، کتنی دلیری ہے، کتنی زَن پرستی ہے کہ بیوی کی خاطر اللہ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے سچ ہے، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

توحید سے سراسر کورا اور ناواقف

مولانا عبد اللہ (امیر جماعت غرباء اہلِ حدیث فاضلکا ضلع فیروز پور) نے حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"شخص مذکور علم آسمانی یعنی قرآن حدیث و توحید باری تعالیٰ سے سراسر کورا اور ناواقف

=÷

ہے۔ شخص مذکور اگر اپنی نجات اور مسلمانوں میں مل کر رہنا چاہتا ہے تو فوراً توبہ کرے... اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو اس سے مسلمانوں کو علیحد گی کرنی ضروری ہے اور اس کا وعظ، درس سننا اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست نہیں، نہ اس کا جنازہ کیا جاوے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جاوے۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غیر مقلدین کے ہیرو ثناء اللہ امر تسری کا عقیدہ توحید

مولانا عبد الاحد خان پوری غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کے متعلق لکھا:

"اللہ عزو جل کی ہزاروں مثلیں قرار دیتا ہے... بلکہ وہ اصول ستہ آمنت باللہ کا منکر ہے۔"

(**الفیصلۃ الحجازیۃ** صفحہ ۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

خان پوری صاحب نے امر تسری صاحب کے بارے میں لکھا:

"آریہ نے قرآن پر اعتراض کیا کہ قرآن میں لکھا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ اپنی مثل بنانے پر بھی قادر ہے یا نہیں۔ سو اِس اَکْفَرُ الْکَافِرِیْنَ، اَجْھَلُ النَّاس نے کہا کہ ہاں قادر ہے اپنی مثل بنا سکتا ہے۔ دیکھو اِس اَکْفَرُ الْکَافِرِیْنَ، اَجْھَلُ النَّاس کو اِس خبیث کے پلید منہ سے کتنا کفرِ عظیم نکلا جس کا کوئی کافر بھی قائل نہیں ہو سکتا۔"

(**الفیصلۃ الحجازیۃ** صفحہ ۲۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

عبارت میں مذکور "اَکْفَرُ الْکَافِرِیْنَ" کا معنی سب کافروں سے بڑا کافر اور "اَجْھَلُ النَّاس" کا معنی سب لوگوں سے بڑا جاہل ہے۔

امر تسری صاحب کو غیر مقلدین کے حلقہ میں "سردار اہلِ حدیث، شیخ الاسلام" کہا جاتا ہے اور مولانا داؤد ارشد غیر مقلد نے انہیں "امت مرحومہ کا ہیرو" کہا ہے۔ (تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۷۶)

علامہ وحید الزمان اور عقیدہ توحید

غیر مقلدین کے "امام" علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

=÷

”حقیقتِ محمدیہ تمام حقائق سے بالاتر ہے اور بالکل مرتبہ الوہیت سے نزدیک ہے۔“

(تیسیر الباری:۶/۴۵۷ نعمانی کتب خانہ)

وحید الزمان صاحب کو علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے صف اول کے اہلِ حدیث علماء میں شمار کیا ہے۔(حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہلِ حدیث کی خدمات صفحہ ۹۶)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد انہیں ”امام اہلِ حدیث“ قرار دیتے ہیں:

”نواب وحید الزمان ائمہ اہلِ حدیث میں سے ایک امام ہیں۔

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۸۳۱)

وحید الزمان کی غیر مقلدیت پر مزید حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب ”زبیر علی زئی کا تعاقب“ حاشیہ نمبر ۹۸ وغیرہ میں درج کر دیئے ہیں۔

اہلِ حدیثوں کی توحید گئی

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد نے ”اہلِ حدیث“ کے متعلق کہا:

”اس کا کردار دیکھ لو، کبھی کسی کے پیچھے لگا، کبھی کسی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اب یہ خرابی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کی توحید گئی۔ اہلِ حدیثوں کی توحید گئی۔ اہلِ حدیث آدھے موحد، آدھے مشرک۔ غصہ آئے تو پھر بھی۔“

(خطبات بہاول پوری:۱/۲۱۸ دوسرا نسخہ خطبہ:۱۰، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

=÷=

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

قرأۃ فی الجنازہ مکروہ تحریمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد:

اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں غلط عقائد سے بچا کر اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی تعریف تو عام اور معروف ہے تعریف ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دیوبندی کون ہے؟ تو وہ ہی ملاحظہ کیجیے:

خود ہی فریقِ مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب [المتوفی:۱۹۴۸ء] "دیوبندی حنفی" کی تعریف یہ کرتے ہیں:

"دیوبندی حنفی کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جو شخص مسائلِ فقہیہ میں امامِ ابو حنیفہ کا پیرو ہو، کتبِ فقہ کے علاوہ کسی قسم کے رسم و رواج کو داخل نہ سمجھے"

(مظالم روپڑی ص ۵۶)

نیز دیکھیے (فتاوی حصاریہ ج ۲ ص ۱۴)

اور وکیلِ سلفیت رئیس ندوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فرقہ دیوبندیہ مقلدہ امام ابو حنیفہ کی تیار کردہ مذہبی کتابوں کا مقلد ہے"

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۶۲۵)

اور

"دیوبندی اصلی حنفی ہیں"

(فتاوی حصاریہ ج ۲ ص ۱۲۹)

اور یہ تو ظاہر ہے کہ امامِ ابو حنیفہؒ کے پیروکار کو "حنفی المسلک" کہا جاتا ہے اور حنفی المسلک "مذاہبِ اربعہ" میں ایک مذہب و مسلک کا نام ہے اور مذاہبِ اربعہ کے متعلق غیر مقلدین کے محسنِ عظیم مولوی حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں

=÷=

"مذاہبِ اربعہ ان مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ وحدیثِ رسول اجماع و قیاس سے ماخوذ ہے"

(تاریخ اہلحدیث ج ا ص ۲۰۳ مؤلفہ ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب غیر مقلد)

تو الحمدللہ ہمارا اپنا ایک علمی جماعت سے وابستگی ہے جس کی دنیا معترف و قائل ہیں بلکہ خود خصم نے بھی اقرار کیا ہے کہ واقعی علماء دیوبندؒ ایک علمی پوزیشن رکھتا ہے جیسا کہ قاضی محمد اسلم سیف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں

"دوسرا بڑا گروہ علماء دیوبند کا ہے جو علمی طور پر واقعی اپنی مضبوط پوزیشن کے حامل ہیں"

(تحریکِ اتاریخ اہلحدیث کے آئینے میں صفحہ ۵۲۵)

اور مولانا اسماعیل سلفی صاحب مرحوم نے بھی یوں اعتراف کیا ہے کہ

"علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کر دیا ہے جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش (کنگال، ناقل) کر دیا"

(**نتائج التقلید** صفحہ: ق)

الحمدللہ یہ ساری باتیں واقعی حقائق پر مشتمل ہیں کوئی جذباتی باتیں نہیں اور نہ **مسلکی** دیوانگی ہے کہ محض جذبات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حاشاوکلا۔

خود یہی سلفی صاحب مرحوم لکھتے ہیں

"حضرات علماء دیوبند کا مقام اس سے بالکل مختلف ہے ان میں محقق اہل نظر ہیں دلائل پر ان کی نظر ہے اپنے مسلک کی حمایت میں ان کا مدار جذبات پر نہیں ہوتا"

(مسئلہ حیات النبی ﷺ ص ۴۹)

حق بات جانتے ہو مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

اگر اس طرح مخالفین کے گھر سے شہادتیں عرض کرتا چلوں تو بات بہت لمبی ہوتی جائیگی جبکہ میں نے قلم اٹھانے سے پہلے ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ بات جتنی مختصر ہو سکے تو مختصر ذکر کرونگا ان شاء اللہ کیونکہ ایک تو اللہ کو معلوم کہ گزشتہ کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی شائع ہو گی یا نہیں۔۔۔؟ اگر کوئی صاحبِ استطاعت اپنے لئے شائع

بھی کر الیں تو کتاب اختصار کے ساتھ ہو تاکہ اُن پر اور خریدار پر کوئی ثقل نہ ہو،

اور دوسری بات یہ کہ میری اپنی دیگر علمی و دنیاوی مصروفیات بھی ہے تاکہ سب کیساتھ وابستہ رہوں بفضلہٖ تعالی۔

خیر۔۔ بات کرنی یہ تھی کہ الحمدللہ ہمارا تعلق علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) جیسی علمی جماعت کے ساتھ ہے تولامحالہ ہمارا موقف (جنازہ میں عدمِ قرأۃ) بھی علمی دلائل سے لبریز ہی ہوگی اور حقیقت بھی یہی ہے الحمدللہ علی ذالک۔ اور پھر علماء دیوبند میں "نوجوانانِ احناف طلباء دیوبند (**بارك الله فی جماعتهم**) جماعت تو وہ چمکتا دمکتا ستارے کی مانند ہے جو تحقیقی میدان میں وہ گرانقدر علمی و مسلکی خدمات کرنے والے محققین و مناظرین ہیں جس کی خدماتِ عالیہ پر پورا صوبہ خیبر پختونخواہ عینی شاہدین ہیں جو اہلِ حق کی ترجمانی کرتے ہوئے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل احسن انداز اور منصفانہ انداز میں کرتے رہتے ہیں **فللہ الحمد و المنة و تقبل الله مساعیهم الجمیلة**، جس کی سرپرست اور قائد "استاذ المناظرین، عمدۃ المحققین، شہنشاہِ خطابت، جبلِ استقامت حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ" ہے۔ چونکہ "نوجوانانِ احناف طلباء دیوبند" جماعت اہل باطل کے ساتھ علمی مسائل میں بحث و گفتگو کے مہارتِ تامہ اور یدِ طولی رکھتے ہیں الحمدللہ، اور کئی سالوں سے خصم کے ساتھ ان موضوعات پر بیٹھنے کی خواہش کا اظہار بھی کر چکے ہیں بلکہ ہم نے اکثر میدان آزما کر میدان خالی بھی دیکھ پاچکے ہیں لیکن اب تک دلّی تمنا پوری نہیں ہوئی۔

اے پھول تو کب کھلے گا تجھ سے پیار کروں گا
تو نہ کھلا تو قیامت تک تیرا انتظار کروں گا

چونکہ ہم نے غیر مقلدین کی بیسیوں کتب و مضامین کو اس موضوع پر کنگال کر مطالعہ کیا ہے ارادہ تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھیں گے لیکن اب تازہ مارکیٹ میں ایک کتاب بنام " نماز جنازہ میں فاتحہ فرض، مستحب یا مکروہِ تحریمی" دیکھی جس کا مؤلف "حافظ ابویحیی نورپوری صاحب" ہے چونکہ یہ کتاب انکی دیگر کتابوں سے کچھ ممتاز اور منفرد طریقے پر لکھی گئی ہے (اور کیوں نہ منفرد ہوگی کہ اس کتاب پر کئی سالوں سے کام کیا ہے بقول و باحوال اُن کے۔۔) تو ہماری کتاب کا زیادہ تر حصہ اور پیش نظر یہی کتاب ہوگی اگرچہ دیگر کتب کا بھی خبر لیں گے ان شاءاللہ، تو قارئین کرام کو اس موضوع پر ہماری یہ جامع ومانع مفصّل و مدلل مضمون دیگر مضامین سے مستغنی کر دیگا ان شاءاللہ۔

=÷=

انصاف کیجئے گا خوب دیکھ بال کے
کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

یاد رہے جب تک اصل دعوی سامنے نہ رکھا جائے تو اُس وقت تک دلائل پیش کرنا مفید ہی نہیں، نفسِ دلیل پیش کرنا کمال نہیں بلکہ دلیل دعوے کے مطابق پیش کرنا اور اس سے استدلال تام کرنا کمال ہے یہی بات خود غیر مقلدین کی ایک تحریر سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ خود غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ

"حق کے لئے اگر دلائل ہی کو بنیاد بنایا جائے تو دلائل قادیانی بھی دیتے ہیں بُت پرستی کو ثابت کرنے کے لئے بھی دلائل دئے جاسکتے ہیں جو لوگ دہریہ اور ملحد ہیں وہ بھی دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں تو نفس دلیلوں کا ہونا کسی بات کے حق ہو جانے کے لئے کافی نہیں ہے"

(مولانا عبد الوہاب محدث دہلوی اور اُن کا خاندان صفحہ ۲۸۶)

نوٹ: حوالہ بالا سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔

معلوم ہوا کہ نفسِ دلیل دعوے کی حقانیت کے لئے کافی نہیں بلکہ دعوے کی تمام اجزاء پر فٹ ہونے والی دلیل معتبر ہو گی یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات اپنے لئے بہت سی دلائل پیش کرتے ہیں جو ان کی دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی جس کی مشاہدہ خود قارئینِ کرام بھی اپنی موقعہ پر ملاحظہ فرمائیں گے ان شاء اللہ

غیر مقلدین کا عمل و نظریہ:

غیر مقلدین کا اس موضوع کے متعلق کیا موقف و نظریہ ہے تو ملاحظہ کیجئے:

1: امین اللہ پشاوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں

"سورۃِ فاتحہ پڑھنا ضروری اور لازم ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی"

(الحق الصریح ج۶ ص۵۱۱)

اور دو صفحے بعد لکھتے ہیں

"(سورۃ فاتحہ) نہ پڑھنا اپنی نماز کو برباد کرنا ہے"

(ایضاً)

2: عبد العزیز النورستانی صاحب لکھتے ہیں

=÷=

"اور جو اس کا حکم ہے تو یہ فرض اور رکن ہے"

(د پیغمبر مونز ص ۶۳۹)

3: عبد القادر حصاری صاحب لکھتے ہیں

"مذہبِ اہلحدیث میں سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی"

(فتاوی حصاریہ ج ۴ ص ۵۵۶)

مزید لکھتے ہیں:

"پس جس قدر حنفیہ نے بغیر سورت فاتحہ کے جنازے پڑھے ہیں وہ سب باطل ہیں"

(ایضاً ص ۵۷۵)

4: غیر مقلدین کے فتاوی میں یوں فتویٰ بھی قلمبند ہے:

"اگر امام یا مقتدی نے نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہو گی"

(فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

5: حافظ محمد عبد اللہ غازی پوری صاحب [المتوفی: ۱۹۱۸ء] قاضی شوکانی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پس یہ حدیث نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے فرض بلکہ اس کے شرط ہونے کے واسطے جو عدمِ فاتحہ سے عدمِ صلوۃ کو مستلزم ہو کافی ہے"

(مجموعہ فتاوی ص ۳۲۱)

ان پانچ حوالوں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک:

(1) جنازہ میں (2) سورۃ فاتحہ کی قرأت کرنا (3) فرض ہے (4) اور اس کے بغیر جنازہ باطل اور نہیں ہوتی۔

یاد رہے یہ سورۃ فاتحہ بطورِ قرأت ہے جیسا کہ مشہور غیر مقلد مفتی عبد القادر حصاری صاحب لکھتے ہیں:

"نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ بطورِ قرأتِ قرآن پڑھنا حق اور مشروع ہے"

(فتاوی حصاریہ ج ۴ ص ۵۶۶)

اور ابو یحیی نور پوری صاحب غیر مقلد بھی ایسے مفہوم میں لکھتے ہیں کہ

"نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے"

(نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ ص ۲۳)

=÷=

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ سورۃِ فاتحہ امام اور مقتدی دونوں کے لئے ہیں (فتاوی علمائے حدیث ج5 ص185)

سورۃِ فاتحہ کے ساتھ مزید سورۃ:

یہاں تک تو صرف سورۃ الفاتحہ کی تصریح کے حوالے سے بات ہوگئی جبکہ غیر مقلدین حضرات صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں بلکہ سورۃ الفاتحہ کے بعد ایک اور سورت کی قرأت کرنے کے بھی قائل ہیں اختصاراًایک دو حوالہ جات ملاحظہ کیجیے:

غیر مقلدین کے محقق اور مناظر رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"نمازِ جنازہ میں عام نمازوں کی طرح سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت کا ملا کر پڑھنا متواتر المعنی حدیث سے ثابت ہے"

(نمازِ جنازہ اور اس کے مسائل ص ۱۳۳، ناشر: جامعہ سلفیہ بنارس ھند)

غیر مقلدین کی دوسری کئی کتابوں میں بھی یہی موقف لکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد ایک اور سورت کی قرأت بھی ہے، مثلاً دیکھیے اختصاراً بمع قیدِ صفحات و جلد:

[فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۵۸، عون المعبود ج ۳ ص ۱۹۱، صحیح نمازِ نبوی از زبیر علی زئی ص ۳۰، مکمل نماز ص ۲۷۰ از مولانا عبد الوہاب محدث دہلوی، نمازِ نبوی از ڈاکٹر شفیق الرحمن ص ۳۶۴، نمازِ نبوی مترجم ص ۱۴۵ از البانی صاحب، سفر آخرت ص ۱۶۶ از مفتی عبید اللہ عفیف صاحب، دَ پیغمبر مونز ص ۶۴۴ از عبد العزیز نورستانی صاحب، غائبانہ نماز جنازہ ص ۱۵ از کرم الدین سلفی صاحب، نمازِ مصطفی ﷺ ص ۱۸۷ از محمد خالد سیف صاحب، صراط مستقیم اور اختلاف امت ص ۲۸۳ از مولانا صغیر احمد صاحب، فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۵۱ و ۱۸۵، تیسیر الباری ج 1 ص ۶۷۷ از وحید الزمان صاحب، صلاۃ الرسول ﷺ ص ۱۳۰ از صادق اللہ صافی، صلاۃ النبی ﷺ ص ۶۸ از عبد الرحمن، مسائلِ جنازہ پر ایک تحقیقی نظر ص ۱۲۵ از عبد الولی عبد القوی، نماز جنازہ ص ۳۰ از صادق سیالکوٹی، صلوۃ الجنازہ کا مسنون طریقہ ص ۵ از ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی، د جنازی احکام او مسائل ص ۲۸۸ از مولانا ابو صہیب محمد بن عبد الرحمن، فقہ الصلاۃ ج ۳ ص ۳۶۶، مجموعہ فتاوی عبد اللہ غازی پوری ص ۳۲۱ وغیر ھم)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین حضرات صرف سورۃ الفاتحہ کی قرأت کرنے کے قائل ہیں بلکہ اس کے ساتھ

=÷=

مزید سورت کی قرأت کرنے کے بھی قائل ہیں، فلہٰذا غیر مقلدین حضرات وہ دلیل پیش کرنے کا پابند ہو گا جس میں سورۃ فاتحہ + اور مزید سورت کا تذکرہ بھی ہو ورنہ صرف سورۃِ فاتحہ کی حدیث پیش کرنے سے وہ دلیلِ تام متصوّر

نہ ہو گی ان کی دعویٰ کی روشنی میں۔

یاد رہے کہ **مازادعلی الفاتحہ** (فاتحہ کے بعد مزید اور سورت) قرأت ان کے نزدیک صرف امام ہی پڑھیں گے کیونکہ جنازہ میں تو عام لوگ بھی ہونگے اور امام صاحب جو قرأت کرے گا ظاہر سی بات ہے سب مقتدی کو اس کا جاننا تو ضروری نہیں ضرور ان میں اُمّی (ان پڑھ) بھی ہونگے اور بقولِ غیر مقلدین "قرأت میں فاتحہ کے ساتھ پورا قرآن شامل ہے" (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۴۸۰) تو پورا قرآن عوام کے ہر فرد کو کیسے یاد ہو سکتا ہے؟ فلہٰذا ضرور یہ صرف امام صاحب ہی کا وظیفہ ہے۔

اس حوالے سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے جو غیر مقلدین کے مناظر شیخ الحدیث کرم الدین السلفی صاحب نے اپنی کتاب میں جنازے کا طریقہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

> "اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور پھر ثناء، سورۃ الفاتحہ (امام فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت) پڑھیں... الخ"

نوٹ: قوسین میں خود مصنف ہی کی بات ہے۔

تو لفظ "امام" کے قید سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ لوگ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت صرف امام کے لئے مانتے ہیں۔

غیر مقلدین کا دعوی:

اب ہم بحث کو سمیٹتے ہیں غیر مقلدین کی سابقہ تفصیلی موقف کے بعد ان کا اصلی دعوی یوں بنتا ہے اور ان سے ہم یوں دلیل کا مطالبہ کریں گے کہ:

۱۔ ایک ایسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں حضور ﷺ کا حکم ہو۔

۲۔ کہ امام کے لئے جنازے میں سورۃِ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ کی قرأت فرض ہے۔

۳۔ اور مقتدی کے لئے صرف سورۃ فاتحہ بطورِ قرأت فرض ہے۔

۴۔ اس کے بغیر نمازِ جنازہ باطل و کالعدم ہے۔

=÷=

فلہٰذا غیر مقلدین حضرات کے لئے وہ دلیل کافی اور معتبر ہو گی جس میں مندرجہ بالا چار شقیں موجود ہو ورنہ اس میں ایک شق بھی معدوم ہونے کی صورت میں وہ دلیلِ تام متصوّر نہ ہو گی۔

غیر مقلد کی کتاب پر سرسری تبصرہ

حضراتِ گرامی! آپ لوگ یہ سُن کر حیران ہو جائینگے کہ موصوف نے اپنی کتاب میں اپنی زعم و خیال کے مطابق جنازے میں فاتحہ (؟) پڑھنے پر رسولِ کریم ﷺ کے عمل کے صرف چار (۴) روایات پیش کی ہے..!! جی ہاں صرف چار روایات، سوال بنتا ہے کہ پھر اتنی ضخیم کتاب میں کیا ہے؟ تو عرض ہے کہ اس میں کچھ تو مرفوع روایات کے نام پر خارج عن الموضوع روایات پیش کی ہے اور کچھ صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال لانے کی کوشش کی ہے اور کچھ تابعین کے اقوال اور افعال (جو کہ ان کے نزدیک نہ تو صحابہ کرامؓ کے اقوال حجت ہے اور نہ تابعینؒ وغیرہ کے) او باقی ویسے قیل و قال اور لایعنی ابحاث لکھ کر کے کتاب کو اس نیت سے ضخیم بنانے کی کوشش کی ہے کہ یہ کتاب انسائیکلوپیڈیا بن جائے!! (ص ۲۱)

اور وہ چار روایات بھی محلِ نکتہ سے خارج اور ناقص دلیل پیش کی ہے جو سرے سے اُن کی دعوے کے مطابق ہے ہی نہیں، کبھی ضعیف روایات سے استدلال کیا ہے اور کبھی صلوۃِ مطلقہ کی دلیل صلوۃِ مقیدہ پر منطبق کیا ہے وغیرہ وغیرہ جس کی حیثیت خود آپ حضرات آگے ملاحظہ فرمائیں گے ان شاء اللہ

☆ کتاب میں کبھی تو فاتحہ کو "واجب" کہہ دیتے ہیں (دیکھیے ص ۲۰) کبھی "فرض" قرار دیتے ہیں (دیکھیے ص ۲۳) کبھی "سنت" لکھ دیتے ہیں (دیکھیے ص ۷۰)

☆ زیادہ تر ابحاث لایعنی اور فضول قسم کے طوالت پر مشتمل ہے لہٰذا ہم کوشش کرینگے کہ اختصاراً اور خاص خاص باتوں کی جوابات ذکر کریں۔

نوٹ: ہم غیر مقلدین کی بات کو "غیر مقلد" سے تعبیر کریں گے اور اپنی بات کو "حنفی" سے تعبیر کرینگے ان شاء اللہ۔

غیر مقلدین کے اول چار روایات پر تحقیقی نظر:

حافظ ابو یحیی نورپوری صاحب غیر مقلد نے نمازِ جنازہ میں "سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے دلائل" کے عنوان دے کر مندرجہ ذیل چار (۴) وہ دلائل پیش کئے ہیں جو بالکل موضوع سے متعلّق ہی نہیں وہ دلائل مندرجہ ذیل

=÷

ہیں:

(۱)حدیثِ عبادہ بن صامتؓ: **لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔**

(۲)حدیثِ ابوہریرۃؓ: **من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بأم القرآن فھی خداج۔**

(۳)حدیثِ عبداللہ بن عمرؓ: **کل صلاۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج۔**

(۴)حدیثِ ابوہریرۃؓ: **لاصلوۃ الا بقرأۃ**

حنفی: ہر شخص اس مسکینی اور بے چارگی کو خوب سمجھ لیا ہوگا کہ دعویٰ اور دلیل میں کتنی بُعد اور دُوری ہے اور پھر حیران کن بات یہ ہے کہ ان چار دلائل کو لکھ کر فضول قسم اور بے جا تاویلات کر کے کئی صفحات سیاہ کئے ہیں یعنی صفحہ نمبر **۳۲** تک یہ ابحاث حاوی اور شامل ہے(!!)

قارئین کرام خود سوچ لیں کہ کتاب کتنی لایعنی ابحاث پر مشتمل ہوگی....!

ان چار روایاتِ مذکورہ جو موضوع سے خارج بھی ہے ان کی علمی حیثیت و پوزیشن ملاحظہ کیجئے بعونہ تعالیٰ!

(1) ان چار احادیث کا تعلّق صلوۃِ مطلقہ کاملہ کے ساتھ ہیں جبکہ جنازے کی نماز صلوۃِ مقیدہ ہے تو اس حدیث سے جنازے کے لیے استدلال درست نہیں۔

(2) ان احادیث کا تعلق حقیقی نماز کے ساتھ ہے جبکہ جنازے کی نماز حقیقی نہیں بلکہ مجازی نماز ہے(جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ)

(3) اگر ایسی عمومی احادیث جنازے کے لئے درست ہوسکتی ہے تو پھر یہ حدیث بھی درست ہوگی **عن ابی سعید قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ قال: سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک" (سنن النسائی ج ۱ ص ۱۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹)**

یعنی نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو **سبحانک اللھم**..الخ پڑھتے۔

تو پھر آپ حضرات جنازے میں ثناء کیوں نہیں پڑھتے بلکہ آپ میں سے بعض حضرات تو اس کو بدعت کہتے ہیں!

اور اسی طرح امین اللہ پشاوری صاحب لکھتے ہیں

"مالکیہ نماز میں دعائے استفتاح (**سبحانک اللھم**) کے منکر ہیں جبکہ یہ احادیث میں نقل ہے"

(تقلید کی حقیقت اور اس کی اقسام ص ۲۶۰)

=÷=

اور دوسری کتاب میں یوں لکھا ہے

”اس بات پر اتفاق ہے کہ دعائے استفتاح تو سب نمازوں کے لئے ہیں“

(زینۃ الصلاۃ ص۱۰۷)

جب آپ حضرات کے نزدیک صلوۃ مطلقہ (عام نمازوں) کی احادیث سے صلوۃ مقیدہ (خاص جنازے کی نماز) پر کلی استدلال جائز ہے تو پھر عام نمازوں میں دعائے استفتاح مشروع ہونے کی وجہ سے جنازے میں کیوں نہیں پڑھتے بلکہ اسے بدعت کیوں کہتے ہیں؟

(4) عام نمازوں کے لئے جب اذان دی جاتی ہے تو پھر جنازے کے لئے بھی دیا کرو

(5) عام جنازوں کے لئے جب اقامت کی جاتی ہے تو وہی حدیث پھر جنازے کی نماز پر بھی منطبق ہو گی یا نہیں اور کیوں۔۔؟

اسی طرح اگر مثالیں دیتا چلوں تو بات لمبی ہوتی جائیگی لیکن اتنی سی بات ماننے کے لئے کافی ہو گی۔

(6) تاہم مزید اسلاف سے عام نمازیں اور جنازیں کی نمازوں میں فرق کی ثبوت ملاحظہ فرمائیں

حضرت رفیع بن مہران ابو العالیہ الریاحی البصری (المتوفی: ۹۰ یا ۹۳ھ) رکوع اور سجود والی نماز (یعنی عام نماز) میں تو قرأت کرنے کے قائل تھے لیکن جنازے میں قرأت کے قائل نہیں تھے:

عن أبی المنهال قال سألت ابالعاليه عن القرأة فی الصلاة علی الجنازة بفاتحة الكتاب فقال ماكنت أحسب أن فاتحة الكتاب تقرأ الا فی صلوة فيها ركوع و سجود"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۱۸۳)

معلوم ہوا کہ اسلاف ان دونوں کی نمازوں میں فرق کرتے تھے فلہٰذا غیر مقلدین کا ذکر کردہ حدیث ان کیلئے معتبر نہیں۔اسی طرح امام شعبی اور امام طبری کا یہ اجتھاد تھا کہ جنازے کی نماز بغیر طہارت کے بھی ہوتی ہیں:

"وقال الشعبی و محمد بن جرير الطبری والشيعة تجوز صلاة الجنازة بغير طهارة مع امكان الوضوء والتيمم لأنها دعاء" (المجموع شرح المهذب للنووی ج ۵ ص ۲۲۳، بداية المجتهد ج ۱ ص ۲۵۷، قلحاوی الكبير ج ۳ ص ۵۲، حلية العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء لأبی بكر الشاشی ج ۲ ص ۲۹۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ صلاۃ مطلقہ اور صلاۃ مقیدہ میں فرق ضرور ہے۔تو ان کی صلاۃ مطلقہ والی روایت

=÷=

سے استدلال صلاۃ مقیدہ پر درست نہیں۔

فائدہ: ویسے بھی غیر مقلدین حضرات ابن جریر کو "**اولئک کالأنعام بل ہو أضل**"کا مصداق قرار دیتے ہیں العیاذ باللہ دیکھیے (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۵۱۰ مؤلفہ وکیلِ سلفیت علّامہ محمد رئیس ندوی) بلکہ ابویزید عبدالقاہر غیر مقلد نے "ابنِ جریر کو اسرائیلی قصو والا اور صاحب خرافات لکھا ہے (دیکھیے **تنبیہ المسلمین من الاحادیث النوضوعۃ** ص ۲۳و۲۴وغیرہ)

(7) غیر مقلدین تو صلاۃِ کاملہ و حقیقیہ میں رفع الیدین کو فرض وواجب کہتے ہیں۔

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۴۶)

اور اس کے بغیر نماز کو باطل وکالعدم قرار دیتے ہو (ایضاً) اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کے چار سو احادیث ہیں

(فتاوی نذیریہ ج 1 ص ۴۴۲، اثباتِ رفع الیدین ص ۴ از خالد گرجاکھی)

جبکہ آپ لوگ جنازے میں رفع الیدین عن النبی ﷺ سے ثابت نہیں مانتے دیکھیے (**دمونز طریقہ للشیخ ابی عمار سمیع اللہ ص ۱۵۰، فتاوی ثنائیہ مدنیہ للشیخ ثناء اللہ المدنی ج ۱ ص ۴۸۹، سفرِآخرت از مفتی عبیداﷲ عفیف ص ۱۱۲، کتاب الجنائز للمبارکفوری ص ۵۵، فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۵۲، حاشیہ فتاوی ثنائیہ للامرتسری ج ۲ ص ۵۰، احکام الجنائز ص ۱۴۹، الحق الصریح للشیخ امین اللہ البشاوری ج ۶ ص ۵۰۴، التحقیقات لابی یزید عبدالقاہر ص ۵۸۱ وغیرھم**)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام نماز اور جنازے کی نماز میں فرق ضرور ہے لیکن صرف غیر مقلدین حضرات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے یا جان بوجھ کر تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔

(8) آپ کے ذکر کردہ حدیث سے آپ ہی نے سورۃِ فاتحہ کو "فرض" قرار دیا ہے جب کہ آپ ہی کے مسلک کے محدّث شمس الحق عظیم آبادی صاحب حافظ ابن قیمؒ کے حوالے سے حافظ ابن تیمیہؒ کا موقف نقل کرتے ہیں کہ جنازے میں قرأت واجب نہیں بلکہ سنت ہے

(دیکھیے ابن قیمؒ کی کتاب: زاد المعاد ج 1 ص ۵۰۵، خود ابنِ تیمیہؒ کی کتاب مجموع الفتاوی ج ۱۱ ص ۲۹)

اس سے بھی روزِ روش کی طرح عیاں ہو چکا کہ عام نمازوں میں اور جنازیں کی نماز میں فرق موجود ہے۔

فائدہ: ہاں جن جن اعمال کو فقہاء کرام نے مشترک سمجھا ہے وہ مشترک ہی ہو گا۔

(9) جو صحابہ، تابعین واسلاف رضی اللہ عنہم اجمعین جنازے میں قرأت نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع بھی

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

کرتے تھے (جس کی تفصیل آگے آنے والی ہے ان شاء اللہ الرحمٰن) تو کیا اس حدیث سے ان کی نماز بھی نہیں ہوئی؟

(10) اور سب سے اہم بات یہ بھی ملاحظہ کیجیے کہ آپ نے خود اپنے استاد محترم غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب سے انٹریو لیا تھا، دورانِ انٹریو امن پوری صاحب کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"میں تو یہاں تک کہدیتا ہوں حافظ صاحب، کہ اگر مجھے کوئی قرآن مقدّس کی ایک ہزار آیاتِ بینات پیش کریں اور وہ اپنی مطلب میں بالکل واضح ہو یا اُس کے خلاف مسئلہ ثابت کیا ہو تو میں کہونگا کہ قرآن تو حق ہے لیکن میرا فہم صحیح نہیں ہے فہم سلفِ صالحین یا ائمہ دین کا صحیح ہے"

آپ نے تو حدیث پیش کیا جبکہ امن پوری صاحب نے تو قرآن کی آیت بتائی ہے اور وہ بھی ایک ہزار آیات، اور وہ بھی آیاتِ بینات (واضح آیات) تو عرض ہے کہ بالفرض آپ کی واضح حدیث ہوتے ہوئے بھی آپ سلفِ صالحین میں کسی ایک صحابی یا تابعی سے پیش کردیں کہ انہوں نے اس حدیث سے جنازے میں قرأت کی فرض ہونے پر استدلال کیا ہو۔۔۔ دیدہ باید۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ**

یاد رہے غیر مقلدین کے نزدیک سلفِ صالحین صحابہ اور تابعین کو کہا جاتا ہے (دیکھیے الحق الصریح ج ٦ ص ۵۷۸) اور محدثین کا ذکر میں نے اس لئے نہیں کیا (دیگر جوابات کے علاوہ) کہ غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ

"اکثر محدثین سلف صالحین کی مخالفت کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں"

(فتاوی حصاریہ ج ۲ ص ۳۱۷ و ۳۱۸، ناشر: مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

(11) یہ دلیل آپ کی دعوے کی مطابق نہیں فلہذا دعوی اور دلیل میں عدم مطابقت کیوجہ سے آپ کے لئے یہ دلیل معتبر نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف سورۃِ فاتحہ کا ذکر ہے جبکہ آپ کے ہاں صرف سورۃِ فاتحہ نہیں بلکہ قرأت کاملہ ہے کما مرّ تفصیلہ، تو آپ کی دعوی میں چار شقیں ہیں تو یہاں مفقود ہونے کیوجہ سے آپ کی ذکر کردہ حدیث آپ کے لئے معتبر نہیں۔

(12) صرف ایک جزءِ ناقص یعنی سورۃ الفاتحہ کا جو تذکرہ ہے تو اس میں اختلاف کہاں، نفسِ فاتحہ میں اختلاف نہیں بلکہ اختلاف بطورِ قرأت میں ہے تو یہاں "قرأت" کی تصریح دکھا کر منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

=÷=

(13) آپ تو اس حدیث سے فرضیت ثابت کرتے ہو جبکہ محدثینؒ تو فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب، علی، ابن عمر، ابو ھریرۃ، طاؤس، عطاء، سعید بن المسیب، سعید بن بشیر، ابن سیرین، شعبی اور حکم رضی اللہ تعالی عنہم أجمعین قرأت کے منکر تھے (دیکھیے عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۹، شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۳۱۷، الجوھر النقی علی البیھقی ج ۴ ص ۳۹ و غیرھم)

تو عرض ہے کہ فرض کا منکر کا کیا حکم ہو گا۔۔۔؟

(14) خود امام بخاریؒ نے اس روایت (**لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**) کو ذکر کیا ہے۔

(دیکھیے: بخاری ج ۱ ص ۱۹۲)

لیکن آخر اس عظیم محدث کو یہ کیوں سمجھ میں نہ آئی کہ اس حدیث سے تو جنازے میں قرأت کا استدلال بھی جائز ہے؟ اگر یہ استدلال جائز ہوتی تو ضرور "کتاب الجنائز" میں ذکر کرتے، لیکن امام بخاریؒ کی سمجھ میں نہ آئی اور آج کل دو تین کلمات جاننے کیوجہ سے اپنے آپ کو مجتہد کہلانے والے کی سمجھ میں وہ بات آئی؟

فائدہ: غیر مقلدین کے مسلک میں ہر عالم مجتہد ہے، جیسا کہ امین اللہ پشاوری صاحب لکھتے ہیں

"اہل السنۃ والجماعۃ اہل حدیث کا ہر عالم مجتہد ہے"

(دیکھیے **حقیقۃ التقلید و اقسام المقلدین پشتو** ص ۲۸۵، اردو ص ۲۴۷ مع التحریف)

اور اس کے برعکس امام ابو حنیفہ کو مجتہد ماننے کے لئے تیار نہیں۔۔۔!! (دیکھیے فتاوی حصاریہ ج ۲ ص ۵۶۲)

(15) اس حدیث سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سورت فاتحہ نہ پڑھے تو وہ بے نماز ہے جبکہ آپ ہی کے مسلک کے محقق عالمِ دین حافظ محمد گوندلوی صاحب کی کتاب کے ابتداء میں " عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب" لکھتے ہیں

" ساری بنیاد اس پر کھڑی کی گئی ہے کہ اہل حدیث امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہ پڑھنے والے کو "بے نماز" سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دعوی بلا دلیل امام بخاری سے لیکر محققین علماء اہل حدیث تک کسی تصنیف میں یہ دعوی نہیں کیا گیا"

(خیر الکلام فی وجوب فاتحۃ خلف الامام ص ۱۴، مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ پاکستان)

اور غیر مقلدین کا ایک اور محقق عالمِ دین مولانا ارشاد الحق اثری صاحب بھی لکھتے ہیں کہ

=÷

"امام بخاری سے لے کر دورِ قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعوی نہیں کیا گیا کہ دیانت دارانہ تحقیق کے بعد فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے اور وہ بے نماز ہے وغیرہ، اس لئے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا"

(توضیح الکلام ص ا۷، ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

اس کے علاوہ **الحق الصریح لامین اللہ البشاوری** اور **رحمۃ الباری** وغیرہ میں بھی ایسا مضمون موجود ہے۔

تو معلوم ہوا کہ خود آپ ہی کا اس حدیث پر عمل نہیں تو کسی اور پر حجت کرانا چہ معنی دارد۔۔۔؟

فیہ کفایۃ لمن لہ ھدایہ

تابوت پر آخری کیل:

اور آخر میں یہ بات حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایک حوالے سے ختم کرا دیتا ہوں، کونسا شیخ الحدیث۔۔؟ وہ شیخ الحدیث جس کے متعلق خود غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ:

"بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی شیخ الحدیث"

(امام بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۱۰، مؤلفہ ارشاد الحق اثری صاحب)

مولانا اسحاق گبرالی کالامی صاحب، تلمیذِ شیخ عبد السلام رستمی صاحب ان الفاظ کے ساتھ حضرت شیخ کو یاد کرتے ہیں

"ائمہ حدیث، علامہ زکریا اور دیگر کو کافر قرار دینے والے متبع سنت ہونے کے حقدار نہیں"

(اهداء المذکر ص ۳۲۱)

"تبلیغی جماعت کے بزرگ اور قرآن وحدیث کے ماہر علّامہ محمد زکریا سہارنپوری رحمہ اللہ۔۔۔"

(ایضا ص ۳۱۲)

"محدّثِ کبیر، حافظ الحدیث، شیخ الحدیث علامہ محمد زکریا سہارنپوری رحمہ اللہ"

(ایضا ص ۳۱۴)

تو یہی شیخ صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

"وقولہ علیہ السلام لاصلوۃ الابفاتحۃ الکتاب لایتناول صلوۃ الجنازۃ"

=÷=

(أوجز المسالک ج ۴ ص ۲۳۱)

کہ نبی کریم ﷺ کا یہ قول (لاصلوۃ الابفاتحۃ الکتاب) جنازہ کو شامل نہیں ہے۔

کر دیا تقدیر نے باطل فسانہ شوق کا

درہم برہم ہو گیا کارخانہ شوق کا

اللہ ہمیں بدعات و الحاد سے بچاکر اعتدال والا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائیں اور ان کے ساتھ اللہ ہمارا حشر فرمائیں آمین یارب العالمین۔

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب

احکام القرآن کے نام سے اکابر کے تفاسیر

احکام القرآن کے نام سے بہت سے بزرگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں حلال و حرام کے متعلق قرآنی احکام کی تشریح کی گئی ہے۔ سب سے پہلی تفسیر امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے کی ہے۔ یہ حنفی امام ہے ان کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی احکام القرآن موجود ہے۔ اگرچہ انہوں نے خود یہ کتاب نہیں لکھی۔ مگر امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان کی کتابوں سے متعلقہ تفسیری آیات کو منتخب کرکے علیحدہ کتابی صورت دی ہے۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے محدث اور امام ہے۔ کشف اور سلوک کے بہت بڑے امام ہے۔ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ ساتویں صدی میں ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی احکام القرآن کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ لیکن انہوں نے حلال و حرام کی مسائل کی بجایے تصوف پر زیادہ مسائل جمع کیے ہیں۔ ہمارے اسلاف اور کابرین دیوبند میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو بھی احکام القرآن تالیف کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے بعض شاگردوں اور مریدوں کو اس کام کی تکمیل کے لیے کہا۔ چنانچہ احکام القرآن کا ایک حصہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اور دوسرا مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے تالیف کیا اور ایک حصہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

محمد عدنان فاروقی صاحب حفظہ اللہ

صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب نور الانوار سے

ابتداء سال میں جب ہم نے نور الانوار شروع کیا تو چند صفحات پڑھ کر یہ بحث آیا کہ قرآن الفاظ اور معانی کا نام ہے یا فقط معانی یا الفاظ کا۔ تو شارح جیون رحمہ اللہ نے دونوں کو قرار دیا۔ پھر آگے ان لوگوں کے دلیل کا رد کیا جنہوں نے کہا تھا کہ قرآن فقط معانی کا نام ہے۔ پھر یہی فریق نے امام صاحب کے قول **قرآۃ الصلوۃ بالفارسی** سے استدلال کیا۔ شارح جیون رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے۔

درس کے بعد میں نے اس جواب کو نشان دہی کیا اور سرورق پر (صفحہ نمبر کے ساتھ شاہ صاحب رحمہ اللہ کہ تائید میں) الفاظ لکھ دیا۔

آج جب کسی غرض سے نور الانوار کھولا تو یہ نظر آیا تو سوچا کہ شاہ صاحب کی تائید میں لکھ دوں۔

مسئلہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ عربی میں قرأت پر قدرت کے باوجود فارسی میں قرأت کرنا درست ہے یعنی فارسی معانی ادا کرنا۔ جب کہ صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ امام صاحب نے یہ فرمایا تھا یا نہیں۔ اگر فرمایا تھا تو رجوع کیا تھا یا نہیں۔ اصح قول یہی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا پھر اس سے رجوع کیا (تلویح۔ در مختار۔ حاشیہ نور الانوار)

شارح جیون رحمہ اللہ نے اس کے دو تاویل کی ہے ان میں سے دوسرا تاویل یہ ہے کہ اگر بندہ عربی میں قرآت کرلے تو اس کا ذہن عربی کی بلاغت وبراعت کی طرف منتقل ہوگا اور اس کے اسجاع اور فواصل سے لذت حاصل کرے گا اور پھر اس کا ذہن اللہ کی طرف خالص نہیں ہوگا (بلکہ عربی کی فصاحت وبلاغت واسجاع کی طرف ہوگا) پس اس صورت میں یہ الفاظ اللہ اور اس کے درمیان حائل ہوئے۔

آگے فرماتے ہیں کہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو توحید کے سمندر میں مستغرق تھا (سبحان اللہ) ان پر کیسے یہ طعن کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے فارسی قرآت کا جواز دیا ہے عربی پر قدرت کے باوجود۔

(نور الانوار صفحہ نمبر ۳۵)

=÷=

یہی بات شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کی ہے بلکہ شاہ صاحب تو ہمت کرنے کی بات کی ہے (بالفاظ مخالفین خیال آنے کی بات۔ اب یہ الگ بات ہے کہ مخالفین نے آج تک اس بات کی تعیین نہیں کیا کہ ان کے فتاوی اور اعتراض خیال آنے پر ہے یا کرنے پر ؟؟؟ اگر خیال آنے پر ہے تو شاہ صاحب نے یہ بات کی ہی نہیں اور نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ اور اگر خیال لانے پر ہے اور یہی شاہ صاحب کا مقتضی ہے تو یہ غلط ہے اور اس پر علماء اہلسنت کے عبارات شاہد ہے۔ جب کہ مخالفین کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے فتوی بازی کے) کہ نماز میں بزرگ ہستیوں کا خیال لانے سے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اس سے انسان کا دل اور سوچ ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہوں گے۔ یعنی کہ آپ کا سوچ خالص اللہ کی طرف نہیں ہوا۔

آگے ہم شارح جیون رحمہ اللہ کے الفاظ میں مخالفین کو یہی کہیں گے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ توحید کے سمندر میں اتنا مستغرق تھا کہ توحید پر اور شرک کی مذمت پر کتاب لکھ ڈالی۔ ان کے متعلق کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو گدھے کے خیال سے بدتر کہا ہے۔ معاذ اللہ

=÷=

محمد ابو بکر شبیر صاحب جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

تہجد، فضائل و فوائد

کائنات کا وجود اور اس میں لحہ بہ لحہ ہونے والے تغیرات یہ سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر گواہی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں کسی چیز کو بے کار نہیں بنایا۔ ہر چیز اپنی ذات میں کوئی نہ کوئی مقصد لیے ہوئے ہے، دن کو روشن بنایا تاکہ انسان اس میں اپنے معاش کا انتظام کر سکے، رات کو تاریک انسان کی راحت اور ذہنی سکون کے لیے بنایا، موسموں کا بدلنا، سردی، گرمی کا آنا جانا، ہواؤں کا چلنا، بارشوں کا برسنا، کھیتی کا اُگنا یہ تمام انتظامات انسان کی خدمت اور نفع رسانی کے لیے ہیں، جبکہ انسان کی تخلیق فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: 56]

اللہ تعالیٰ نے انسان کے علاوہ کسی کو اشرف المخلوقات نہیں بنایا، اسی کو تمام مخلوقات سے افضل و اشرف بنایا، حتی کہ ان فرشتوں سے بھی افضل جو کہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف عمل ہیں، اور گناہ کا سوچتے بھی نہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو محبوبیت کے درجہ سے سرفراز فرمایا، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں "ولقد کرمنا بنی آدم" کے خطاب کے ذریعے اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ بقول علامہ اقبال ؏

فرشتہ مجھ کو کہنے سے مری تذلیل ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

اور ان سب کے بدلے انسان سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کیا کہ میری مان کر چلو، اور میرے قریب آجاؤ، جن اوامر کا میں نے حکم دیا ان پر عمل کرو اور جن منہیات سے منع کیا ان سے باز رہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خالق و مخلوق کے درمیان فاصلہ کم کرنے اور انسانیت کی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے کئی انبیائے کرام مبعوث فرمائے، اور اس مبارک سلسلہ کی انتہاء ہمارے پیارے نبی، آقائے دو جہاں جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر ہوئی، تمام انبیائے کرام نے انسانوں کو رب تعالیٰ کے قریب کرنے اور حق کے راستہ پر چلنے کی دعوت دی، اور انسانیت کو جہالت کی پستیوں سے نکال کر حق کی روشنی مہیا کی، اور بلند اخلاقی اقدار اور بہترین حسن معاشرت کا نمونہ بن کر دکھایا۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

اس کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام نے بندے کو اپنے رب کی محبت اور اس کی قربت کی اہمیت بتلائی، اور اس کو رب سے جوڑنے اور قریب کرنے کی محنت کی، اور اس قربت کے طریقے بھی بتلائے، اس سب کا مقصد یہ کہ بندے کا اپنے رب سے تعلق مضبوط ہو اور اسے ہر لمحہ اور ہر آن رب تعالیٰ کی قربت میسر ہو، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی باقی مخلوقات کی بہ نسبت انسان کے لیے اپنی قربت کے بے تحاشا مواقع عطا فرمائے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضور ﷺ نے جابجا قرب الٰہی کے طریقے سکھلائے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ اور صالحین کا محبوب مشغلہ تہجد ہے، تہجد کے فضائل و فوائد قرآن کریم کی کئی آیات اور بہت سی احادیث مبارکہ میں ذکر کیے گئے ہیں، حتی کہ بعض علماء نے تہجد کے فضائل میں مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔

نماز تہجد کا مفہوم:

نمازِ تہجد جمہور مفسرین کے نزدیک ایسی نماز ہے جو رات کے اَخیر پہر میں سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ [معارف القرآن]

تہجد کی فضیلت و اہمیت:

تہجد عظیم طاعات میں سے ہے اور قرب خداوندی کا اہم ترین سبب ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین تہجد پر مداومت فرماتے تھے، رات کو مدینہ کی گلیوں میں صحابہ کرام کے قرآن پڑھنے کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی محسوس ہوتی تھی، پورے مدینہ میں تہجد کی فضا عام تھی، گھر کا ہر فرد تہجد میں اٹھنے کو لازمی سمجھتا تھا۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کرنے والوں کے بارے میں متعدد آیات نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ [المزمل:6]

ترجمہ: بیشک رات کے وقت اٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے، اور بات بھی بہتر طریقے پر کہی جاتی ہے۔ [آسان ترجمہ قرآن]

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ [الفرقان:64]

ترجمہ: اور جو راتیں اس طرح گزارتیں ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں، اور (کبھی) قیام میں۔ [آسان ترجمہ قرآن]

=÷

عبادات میں شب بیداری کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا گیا کہ یہ وقت سونے، آرام کرنے کا ہے، عام طور پر اس میں نماز، ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا طبیعت پر گراں گزرتا ہے، اس وقت کو اپنے رب کے حضور سجدہ و قیام کی حالت میں صرف کرنا نہایت محبوب عمل ہے، اس رات کے وقت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس وقت انسان کا قلب و ذہن تمام دنیوی کاموں سے فارغ ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح ایک مقام پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

[السجدة:16]

ترجمہ: ان کے پہلو (رات کے وقت) اپنے بستروں سے جدا ہوتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور امید (کے ملے جذبات) کے ساتھ پکار رہے ہوتے ہیں اور ہم نے انکو جو رزق دیا ہے، وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ [آسان ترجمہ قرآن]

بلا حساب و کتاب جنت میں داخلہ:

آخرت سخت ترین مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ ہے، رب تعالیٰ کے حضور حساب دینا اور نامہ اعمال کا ملنا ہے، اور جس شخص سے ان اعمال کے متعلق پوچھ ہو گئی تو اس کے حق میں معاملہ سخت ترین ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے اور حساب یسیر نصیب فرمائے، لیکن اس کٹھن مرحلہ کو چند لوگ بہت عمدگی سے طے کر لیں گے ان خوش نصیبوں میں سے ایک تہجد گزار ہوں گے، چنانچہ حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے فرمایا:

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: (يحشر الناس في صعيد واحد يوم القيامة فينادي مناد، فيقول: أين الذين كانت {تتجافى جنوبهم عن المضاجع} فيقومون، وهم قليل يدخلون الجنة بغير حساب ثم يؤمر بسائر الناس إلى الحساب) (1)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام انسانوں کو ایک ہی میدان میں جمع کیا جائے گا، پھر ایک فرشتہ پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے (تہجد گزار افراد) تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے۔ اس حال میں کہ وہ تھوڑے سے ہوں گے،

=÷=

بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، پھر دیگر تمام لوگوں کے حساب کا حکم دیا جائے گا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رات کو اپنے تھکے ماندے جسم کو نرم و نازک بستر سے جدا کر کے اپنے رب کے حضور حاضری دینے کا عمل اللہ کو اتنا محبوب ہے کہ اسکے بدلے قیامت کے سخت ترین دن میں یعنی جس دن ہر نفس کی زبان پر نفسی نفسی کی پکار ہو گی بلا حساب و کتاب جنت میں داخلے کی بشارت ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تہجد گزار حساب شروع ہونے سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔

سب سے افضل نماز:

ویسے تو خدا تعالیٰ کے حضور جذبہ اخلاص سے سرشار ہو کر کی جانے والی ہر عبادت افضل ہے، لیکن بعض اعمال کی افضلیت لسان نبوت سے ثابت ہے انہی اعمال میں ایک تہجد کی نماز ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(أفضل الصلاة، بعد الفريضة، صلاة الليل)[2]

ترجمہ: فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز (تہجد) ہے

تہجد دنیا و مافیہا سے افضل نماز:

تہجد صرف افضل عبادت ہی نہیں بلکہ جو لمحات اس مبارک نماز میں صرف ہو جائیں وہ دنیا کے حسین ترین اور قیمتی لمحات بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت حسان بن عطیہ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

(قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ركعتان يركعهما العبد في جوف الليل خير له من الدنيا وما فيها، ولولا أن أشق على أمتي لفرضتها عليهم)[3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو رکعات جنہیں بندہ درمیان رات کو پڑھتا ہے، اس کے لیے دنیا و مافیہا (جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر وہ (تہجد) فرض کر دیتا۔

معزز ترین لوگوں کا وظیفہ:

تہجد کی نماز جہاں اخروی فوائد سے مالا مال ہے، وہیں دنیا میں بھی باعث عزت و فخر ہے، لہذا تہجد کی پابندی کرنے والے آخرت میں موجب جزاء کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی باعث عزت و فخر ٹھہرائے گئے۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے تہجد گزاروں کو امت کے شرفاء قرار دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أشراف أمتي حملة القرآن وأصحاب الليل [4]

ترجمہ: میری امت کے شرفاء حاملین قرآن اور تہجد گزار لوگ ہیں۔

حضرت معافی بن عمران کا قول "عزالمؤمن استغناؤه عن الناس، وشرفه قيامه بالليل۔ [5]

ترجمہ: مومن کی عزت لوگوں سے استغنا برتنے میں ہے، اور اس کا شرف رات کو قیام کرنے میں ہے۔

نفیس شیشے کا محل:

شب بیداری اور سحر خیزی جس طرح جس طرح قربت الٰہی کا ذریعہ ہے اسی طرح بہت سی دنیوی اور اخروی نعمتوں کا سبب بھی ہے، اخروی نعمتوں میں سے ایک نعمت جنت میں نفیس شیشے کا محل ہے جو خاص ان لوگوں کے لیے جو راتوں کو اپنی لَو سے روشن کرتے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: هِيَ لِمَنْ قَالَ طَيِّبَ الْكَلَامِ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ، وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. [6]

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر کا نظارہ ہوتا ہے، اور باہر سے اندر دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سن کر ایک اعرابی اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس شخص کے لیے ہوں گے جو اچھی باتیں کرے، کھانا کھلائے، پابندی سے روزے رکھے اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھے، جس وقت دوسرے لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

تہجد کے بارے میں حضور ﷺ کا تاکیدی حکم:

قیام اللیل کی اہمیت میں حضرت عائشہ کا فرمان:

«عن عبد الله بن أبي موسى قال: قالت عائشة رضي الله عنها: لا تدع قيام الليل: فإنّ رسول

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدعہ، وکان اذا کسل أو ملّ صلی جالساً»[7]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی موسیٰؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: قیام اللیل یعنی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا مت چھوڑنا؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے ترک نہیں کرتے تھے، اور جب تھک جاتے یا اکتاہٹ محسوس کرتے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

عن قتادۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا بد من قیام اللیل ولو قدر حلب شاۃ[8]

ترجمہ: حضرت قتادہ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ قیام اللیل یعنی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگرچہ بکری دوہنے کے بقدر تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت تمیم داری اور تہجد:

نبی کریم ﷺ کی تہجد کے متعلق تعلیمات اس قدر عام تھیں کہ اس وقت چھوٹا، بڑا، مرد وعورت، آزاد و غلام ہر کوئی تہجد کی پابندی کرتا تھا، اور اس کے فوت ہو جانے کو زندگی کا ضیاع خیال کرتا تھا، چنانچہ حضرت تمیم داری سے ایک مرتبہ تہجد کی نماز فوت ہوگئی تو سزا کے طور پر پورا سال رات کو قیام فرمایا۔

(عن منکدر ابن محمد، عن أبیہ، أن تمیما الداری نام لیلۃ لم یقم یتھجد فیھا حتی أصبح، فقام سنۃ لم ینم فیھا عقوبۃ للذی صنع)[9]

ترجمہ: حضرت تمیم داری ایک مرتبہ رات کو سوتے رہے، تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پھر اس عمل کی سزا کے طور پر پورا سال رات کو قیام کیا، ایک بار بھی نہیں سوئے۔

شیوہ صالحین:

عن أبی أمامۃ الباھلی، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: «علیکم بقیام اللیل فإنہ دأب الصالحین قبلکم، وھو قربۃ لکم إلی ربکم، ومکفر للسیئات، ومنھاۃ عن الإثم» ○ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ[10]

ترجمہ: رات کو قیام کرو؛ کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے، یہ تمہارے لیے اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، برائیوں کا کفارہ ہے اور گناہوں کے لیے رکاوٹ ہے۔

=÷=

تہجد رضاء الٰہی کا سبب:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَيَضْحَكُ إِلَى رَجُلٍ قَامَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَهْلُهُ نِيَامٌ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللَّهُ فَتَطَهَّرَ، وَذَكَرَ اللَّهَ، وَصَلَّى، فَيَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي هَذَا لَوْ شَاءَ أَنْ يَنَامَ كَمَا نَامَ أَهْلُهُ فَيَضْحَكُ اللَّهُ إِلَيْهِ (11)

ترجمہ: اللہ تعالی اس آدمی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جو آدھی رات کو اٹھے، اس حال میں کہ اس کے گھر والے سوئے ہوئے ہوں۔ اللہ کے علاوہ اس کو کوئی نہ دیکھ رہا ہو، پھر وضو کر کے اللہ کا ذکر کرے اور نماز پڑھے۔ اللہ تعالی فرشتوں سے (اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو! اگر چاہتا تو سویا رہتا جیسے کہ اس کے گھر والے سوئے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالی اس کی طرف نظر کرم فرماتے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة يضحك الله إليهم: الرجل يقوم من الليل، والقوم إذا صفوا للصلاة، والقوم إذا صفوا للقتال. (12)

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں پر اللہ خوش ہوتا ہے: وہ آدمی جو نماز تہجد پڑھتا ہے، وہ لوگ جو نماز کے لیے صف بندی کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے صف بندی کرتے ہیں۔"

ایک حدیث مبارک میں حضور سرور کائنات ارشاد فرماتے ہیں:

عن عمرو بن عبسة، أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم، يقول: أقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الآخر، فإن استطعت أن تكون ممن يذكر الله في تلك الساعة فكن (13)

وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه.

ترجمہ: عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: اللہ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔ اگر تو طاقت رکھے تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو اللہ کا ذکر اس گھڑی میں کرتے ہیں۔

=÷=

متہجدین کو فرشتوں کا رشک بھری نظر سے دیکھنا:

(أن كعبا قال:إن الملائكة ينظرون من السمآء إلى الذين يصلون بالليل فى بيوتهم كما تنظرون انتم إلى نجوم السمآء)[14]

ترجمہ: حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جو لوگ رات کو اٹھ کر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، فرشتے ان کو آسمان سے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔

معصیت سے حفاظت:

تہجد کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت معصیت سے حفاظت بھی ہے

عن أبي هريرة، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إن فلانا يصلي بالليل، فإذا أصبح سرق قال: إنه سينهاه ما تقول.[15]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے اور دن کو چوری کرتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب اس کی نماز و تلاوت اسے اس کام سے روک دے گی۔

(عن أبي بكر بن عياش يقول: من قام من الليل لم يأت فاحشة، ألا تسمع إلى قول الله: إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر)[16]

ترجمہ: جس نے رات کو قیام کیا وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہیں کرے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔

(اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کرتا بھی ہے تو عنقریب نماز اس کو اس کام سے روک دے گی)۔

تہجد، خیر کا دروازہ:

اور ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

قال: ألا أدلك على أبواب الخير؟ الصوم جنة، والصدقة تطفئ الخطيئة، وصلاة الرجل في جوف الليل ثمّ قرأ: {تتجافى جنوبهم عن المضاجع} [السجدة: 16] ، حتى بلغ، {يعملون} [السجدة:17][17]

=÷=

ترجمہ: میں تمہیں خیر کے دروازے نہ بتادوں؟ روزہ ڈھال ہے صدقہ گناہوں کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کو انسان کا نماز پڑھنا باب خیر میں سے ہے پھر نبی کریم ﷺ نے سورت سجدہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی" تجافی جنوبہم عن المضاجع، آخر تک۔ یعنی ان کے پہلو اپنے بستروں سے جدا رہتے ہیں" سے مراد رات کے وقت انسان کا تہجد کے لئے اٹھنا ہے۔

تہجد چھوڑنے پر اظہار ناراضگی:

"عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تكن يا عبد الله مثل فلان، كان يقوم الليل فترك قيام الليل ". [18]

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ! فلاں کی طرح مت ہو جانا، پہلے وہ قیام اللیل کرتا تھا (تہجد پڑھتا تھا)، پھر اس نے چھوڑ دیا۔

چہرے کی رونق کا سبب:

متعدد دنیوی فوائد میں سے اہم فائدہ یہ ہے کہ تہجد دلی اطمینان کا باعث اور پُر نور چہرے کا ضامن ہے،

"عن اسماعيل بن مسلم قال: قِيل للحسن: ما بال المتهجدين من أحسن الناس وجوها (رحمہ اللہ) قال: لأنهم خلوا بالرحمان فالبسهم من نوره نورا"۔ [19]

ترجمہ: اسماعیل بن مسلم کہتے ہیں کہ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تہجد گزار لوگوں کے چہرے تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں۔ فرمایا: کیونکہ انہوں نے رحمن کے ساتھ خلوت اور علیحدگی اختیار کی تو اس نے اپنا نور انہیں پہنایا۔

تہجد شہوات نفسانی کا توڑ:

شب بے داری کا اہم ترین فائدہ یہ بھی کہ اس سے جذبہ شہوت اور نفسانی خواہشات پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ جو شخص بدنی راحت ترک کر کے خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو سکتا ہے یقیناً وہ نفسانی خواہش اور شہوت رانی کے تقاضے کرنے سے روکنے اور اسے قابو کرنے پر قادر ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن عبد الله بن عمرو، قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله ائذن لي أن أختصي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خصاء أمتي الصيام و القيام "[20]

=÷

ترجمہ: حضرت ابن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اپنے آپ کو مردانہ صفات سے فارغ کرنے کی اور اپنے غدود کو دبانے کی اجازت دے دیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کا غدود دبانا (خصی ہونا) روزہ اور قیام (تہجد) ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو تہجد کا اہتمام نصیب فرمائے۔ آمین

حواشی وحوالہ جات

(۱) الجامع لشعب الایمان لامام البیھقی ،رقم الحدیث:۲۹۷٤،باب:تحسین الصلاۃ ,و الاکثار منھا لیلا ونھارا وما حضرنا عن السلف الصالحین فی ذالک ،کتاب: الصلاۃ ص٤/٥٣٨،ناشر: مکتبہ الرشد،ط:الطبعۃ الاولی۔

(۲)صحیح المسلم، رقم الحدیث: 1186، باب: فضل صوم المحرم، ص:519، دار التأصیل،ط:الطبعۃ الأولی2018".

)۳) اخرجہ ابن المبارک فی کتاب الزھد، رقم الحدیث: 1289، باب فضل ذکر اللہ عز و جل، ص: 456، دار الکتب العلمیہ.

)4)البیھقی فی شعب الایمان، باب التوکل باللہ عز وجل والتسلم،رقم الحدیث :2977،ص:170/3،ط:دار الکتب العلمیة.

(5) البیھقی فی شعب الایمان ،رقم الحدیث:۲۹۷۸، باب:تحسین الصلاۃ, و الاکثار منھا لیلا ونھارا وماحضرناعن السلف الصالحین فی ذالک، کتاب: الصلاۃ،ص٤/٥٤٠.

(6)المصنف لابن أبی شیبہ،رقم الحدیث: 26257 باب ما قالوا فی إفشاء السلام، کتاب الادب، ص:194،ج:13، ناشر: ادارۃ القرآن و العلوم الإسلامیہ، ط:الطبعۃ الثانیہ۔۲۰۰۷۔

(7) سنن ابی داود،رقم الحدیث:۱۳۰۷، باب: قیام اللیل، کتاب الصلاۃ، ص:73، جلد:2.

(8)کتاب التھجد وقیام اللیل للامام ابی بکر ابن ابی الدنیا (ت ۲۸۱)، رقم:15 ، ص: ۱۱۹، ناشر: مکتبہ الرشد۔

(9) البیھقی فی شعب الایمان ،رقم الحدیث:۲۹۳٥، باب:تحسین الصلاۃ,والاکثار منھا.... ،کتاب: الصلاۃ،ص٤/٥٢٤

(10) مستدرک حاکم، امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، کتاب صلاۃ التطوع ،باب تحریض قیام اللیل، رقم الحدیث: 1197، ص: 613/1، ن: دار المعرفہ بیروت، ط: الطبعۃ الاولی 1998.

)11) مختصر قیام اللیل للمروزی، ص: 95، ناشر: حدیث اکادمی فیصل آباد۔

)12) مسند الامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 11761، مسند ابی سعید الخدری، ص: 284 ،ج: 18، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، ط: الطبعۃ الثانیۃ 2008۔

=÷=

(13)سنن الترمذی، أبواب الدعوات، رقم الحدیث: 3579، 5:462، دار الغرب الاسلامی، س: 1998ھ۔

(14) ألأثر ذکرہ إبن الجوزی فی صفة الصفوة، باب: کعب الأحبار بن ماتع، ص: 367، الجزء: 2، دار الحدیث القاھرة

(15)مسند احمد، مسند ابی ھریرة، رقم الحدیث: 9776، ص: 15/483

(16)کتاب التھجد و قیام اللیل للإمام أبی بکر ابن أبی الدنیا (ت ۲۸۱)، ص: 419، مکتبہ الرشد الریاض

(17) مسند الامام احمد بن حنبل ،رقم الحدیث: 22016، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل ،ص: 63/344

(18)سنن النسائی، کتاب: قیام اللیل وتطوع النھار ،باب: ذم من ترك قیام اللیل ، رقم الحدیث: 1763، جلد: 3-4، ص: 281، الناشر: دار المعرفة، ط: الطبعة الثالثة 1414ھ۔

(19)اخرجه المروزی فی قیام اللیل، المختصر ص 45۔

(20)مسند احمد، مسند عبداللہ ابن عمرو، رقم الحدیث: 6612، ص: 11/7183

=÷=

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: شہید ختم نبوت حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

۳: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمہ اللہ

۴: امینِ ملّت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

۵: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409